فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا

تفسیر القرآن

ملنے کا پتہ

ملنے کا پتہ:- مینیجر مسلمان کمپنی سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ

قیمت [illegible]

ابوعمار عمر فاروق السعیدی

فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا

تفسیر القرآن

ملنے کا پتہ

ملنے کا پتہ منیجر مسلمان کمپنی سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ

قیمت [illegible]

تذکار

مجھے یہ سفر جلیل برادر فاضل جناب مولانا محمد شرف جاوید

(از گھرڑ یا نوالہ۔ فیصل آباد)

کے ذریعے سے حاصل ہوا۔ اس کی فوٹو کروا دیا۔ جزاہ اللہ خیرا

3/1/2019 م

فائدہ علمیہ: مفسر محترم اپنی تفسیر میں جگہ جگہ تفسیر رحمانی کا حوالہ دیتے ہیں جس کے بارے میں حافظ عبدالعزیز علوی صاحب دام ظلہ شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے دریافت کیا تو فرمایا کہ یہ بمبئی کے قریب مھائم بستی کے شیخ علی المھائمی کی تفسیر ہے۔ جزاہ اللہ خیرا

اور مفسر محترم نے واضح البیان کے مقدمہ (ص ۲۷) میں صرف ان کا نام لیا ہے

ابو عمار عمر فاروق السعیدی

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ

تبصیر الرحمٰن فی تفسیر القرآن

پارہ سوم

تحفۃ البررۃ بتفسیر سورۃ البقرۃ

بطرز بدیع و قیم صنعت مزیّنہ و لیمہ موافق تفسیر رحمانی

از نتائج مطالعہ و فہم سلیم مولانا حافظ علامہ فہیم محمد ابراہیم میر محدث سیالکوٹی

ملنے کا پتہ منیجر مسلمان کمپنی سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ براستہ وزیرآباد پنجاب پاک

حمایت اسلام پریس لاہور میں باہتمام شیخ حسن الدین منیجر چھپا

قیمت

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ

یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان کے بعض کو اوپر بعض کے کہ ان میں سے بعض سے خدا نے کلام کیا

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ

اور بلند کیا بعض کو درجوں میں اور دیئے ہم نے عیسٰی بن مریم کو روشن دلائل (معجزے) اور

اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ

تائید کی ہم نے اس کی ساتھ روح پاک کے اور اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ جو ان

تِلْكَ الرُّسُلُ یہ سب رسول بحق جن کا ذکر اوپر ہوا اور ان کی مثل وہ بھی جن کا ذکر نہیں ہوا[1] فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ہم نے جزوی طور پر ان کے بعض کو بعض پر بزرگی دی۔ کہ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ ان میں سے بعض سے خدا اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ فرشتہ کلام کیا جیسے موسیٰؑ۔ اور شب معراج میں آنحضرت سے اور یہ امر جزوی فضیلت کی ایک نوع ہے وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ اور بعض کو سب انواع کمالات رسالت[1] و نبوت اور کتاب[2] و حکمت اور کامل[3] تعریف اور خلافت[4] و ملوکیت و سیاست اور عموم[5] وحدت و ختم رسالت[6] اور حفاظت کتاب[7] و سنت و بقائے فیض[8] و برکت اور قیامت کے دن منصب[9] شفاعت کبریٰ عطا کر کے بلند کیا درجوں میں جن کی حد مخلوق کے علم میں نہیں ہے تاکہ وہ فرد اکمل ہو کر خاتم الرسل اور سید الرسل[2] ہو وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ اور دیئے ہم نے مریم بتول کے بیٹے عیسٰی کو روشن دلائل یعنی معجزات جو ان کی صداقت نبوت کی دلیل ہوں۔ مثلاً کوڑھیوں کو اور مادر زاد اندھوں کو بغیر ظاہری اور مادی معالجہ کے اعجازی طور پر چنگا کرنا۔ اور مردوں کو خدا کے حکم سے کلمہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ سے زندہ کرنا۔ اور معجزہ بھی فضیلت کی ایک نوع ہے۔ اور اپنے حبیب[3] کو منجملہ صدہا معجزات کے شق القمر اور قرآن کا معجزہ مستمرہ خصوصیت سے دیا۔ اور علاوہ اس کے نظیر بے مثال پیدائش اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ہم نے اسکو مدد دی ساتھ روح پاک کے یعنی جبریلؑ

[1] غیر مذکور انبیاء کو عیسٰیؑ کے ذکر میں شامل کیا ہے کہ سابقہ آیات میں انکا ذکر نہیں ہے لیکن اس آیت میں انکا ذکر مع فضائل کے کیا ہے ۱۲ منہ

[2] علامہ زمخشری اور جمہور مفسرین نے کہا ہے کہ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ سے مراد آنحضرت صلعم ہیں علامہ ابو السعود نے کہا کہ فرد کا نام لینے کی ضرورت نہیں ہوتی یعنی آپ جس طرح خاتم الکمالات میں اسی طرح خاتم الرسل بھی ہیں پس آپ ہی سید المرسل ہیں انتہیٰ ابو المقصود ۱۲ میر سیالکوٹی منہ

[3] اس ناچیز گنہگار پر فیضان ایزد تعالیٰ نے آیت وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ کے ذیل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (باقی برص آ)

بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ

(انبیاء) کے بعد ہوئے بعد اس کے کہ آچکی تھیں ان کو روشن دلیلیں لیکن انہوں نے اختلاف کیا پس بعض ان میں سے

فرشتے سے کہ عام طور پر ان کے ساتھ رہتے تھے اور خاص طور پر یہ کہ ان کو اس کی معرفت زندہ آسمان پر اٹھالیا اسی طرح فرد الکل کو بھی یہ فضیلت جزوی طور پر دی کہ شب معراج ان کو بھی جبرئیل کی معرفت زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ یہ تمام جزوی فضائل اور دیگر بھی جو جامعیت پر دلالت کریں عطا کئے کہ اکملیت وخاتمیت ثابت ہو۔ باوجود اس کے لوگوں نے آپس میں لڑائی جھگڑا شروع کر دیا۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے قہری امر[۳] سے چاہتا تو مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ نہ لڑتے وہ لوگ جو ان انبیاء کے بعد ہوئے خصوصاً مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بعد اس کے کہ آچکے تھے ان کو احقاق حق کے روشن دلائل۔ کتاب اللہ کی تصریحات اور پیغمبروں کے طریق عمل سے فَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا لیکن انہوں نے باوجود ان دلائل کے اختلاف کیا (ف) تو نظر بر اجرائے سلسلہ نبوت اللہ تعالیٰ نے اس اختلاف کو مٹانے کے لئے کوئی دوسرا نبی پیدا کیا تو مِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ ان میں سے بعض اس نبی پر ایمان لائے اور اس اختلاف سے نکل گئے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ اور ان میں سے بعض نے اس نبی کی نبوت سے انکار کر دیا اور وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲) کے کمالات کے متعلق جو تین چار سطریں لکھی ہیں وہ اگرچہ بظاہر تین روز تک مختلف تفاسیر کا بغور مطالعہ کرنے کا نتیجہ ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کمالات اپنی جامعیت کے لحاظ سے بتا رہے ہیں کہ وہ میرے علم کی پرواز سے بالاتر طبقے سے ہیں جب جل تعالیٰ نے مجھ عاجز کو یہ اسرار سمجھائے تو فوراً مجھ پر محویت واستغراق کی حالت طاری ہو گئی۔ دن کا وقت تھا رات نہ تھی۔ میں جیتا جاگتا تھا نیند میں یا اونگھ میں نہ تھا۔ خدائے واحد شاہد ہے کہ اس حالت محویت واستغراق میں مجھ نابکار پر کرم بخشی کی کہ اپنے حبیب پاک کے جمال جہاں آراء کا مشاہدہ عیاناً بلا حجاب کرایا۔ آپ اسی حلیہ مبارک سے جلوہ افروز تھے۔ شمائل ترمذی میں آپ کے سبط اکبر حضرت حسن رضی سے مروی ہے۔ آپ کا بدن مبارک پُر گوشت تھا چشمان مبارک کشادہ تھیں عظیم الہامۃ عریض الصدر۔ سر مبارک پر رنگا رنگ کے جواہرات سے مرصع تاج تھا۔ آپ کی صورت پاک بارعب وپُر ہیبت تھی۔ اور آپ شاہانہ شوکت میں تھے۔ یہ نظارہ ایک نورانی جھلک تھی۔ میرا ایمان دلائل عقلیہ ونقلیہ کے بعد اس حالت کشفی سے علم الیقین کے درجے سے عین الیقین کے رتبہ تک پہنچ گیا کہ بیشک آپ سید الرسل ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) [۳] کو شَآءَ اللّٰهُ اور يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے ٹھکانے پر رکھنے کے لئے امر قہری اور مقتضائے حکمت کو مقدر بتایا ہے[۲] الخ [۳] جیسے کہ فرمایا فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ

(البقرہ پ۲ ع۱۲)

۳۳ ع ۵ ۱

كَفَرَ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝

کافر ہو گئے۔ اور اگر چاہتا اللہ نہ لڑتے وہ لیکن اللہ کرتا ہے (مقتضائے حکمت سے) جو چاہتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو خرچ کرو اس میں سے جو دیا ہم نے تم کو پیشتر اس سے کہ آوے وہ دن

لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

کہ نہیں ہوگی اس میں بیع اور نہ دوستی اور نہ سفارش اور کافر وہی ہیں ظلم کرنے والے ۲۵۴

اس اختلاف میں پھنسے رہے وَ اور اس اختلاف کے وقت بھی ۵ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا اگر اللہ تعالیٰ اپنے قہری امر سے چاہتا تو یہ لوگ بھی آپس میں نہ لڑتے وَلَٰكِنَّ اللَّهَ لیکن اللہ تعالیٰ انبیاء کے ذریعہ اتمام حجت کرنے کے بعد جبر نہیں کرتا۔ اور دنیا جہان کے لوگوں سے يَفْعَلُ کرتا ہے مَا يُرِيدُ ۝ ۲۵۳ جو مقتضائے حکمت سے چاہتا ہے اسی طرح سب کا اختلاف مٹانے کے لئے نبی آخر الزمان کو بھیجا ہے ۶ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ وسید الرسل پر اپنی ذمہ داری کو سمجھو کہ ایمان و اعمال صالحہ کے ساتھ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم ہماری راہ میں خرچ کرو اس مال میں سے جو ہم نے تم کو دیا مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ پیشتر اس سے کہ آوے وہ ہولناک دن یعنی روز قیامت لَّا بَيْعٌ فِيهِ نہ ہوگی اس میں کسی قسم کی بیع فروخت کہ اس وقت انفاق فی سبیل اللہ کا ثواب خرید سکو وَلَا خُلَّةٌ اور نہ کوئی دوستی کام آوے گی کہ کوئی دوست از راہ ہمدردی اپنے اعمال میں سے کچھ دے کر جوانمردی کرے وَلَا شَفَاعَةٌ اور نہ کوئی سفارش چل سکے کہ کوئی کہہ سن کر خلاصی دلا دے۔ ہاں اب وقت ہے کہ اس دار العمل میں ہماری رضا کے کاموں میں مال خرچ کر کے ہم سے جنت خرید لو اور فقراء کی دوستی اور دعا اور ہمارے اولیاء خصوصاً ہمارے حبیب کی شفاعت کی سعادت حاصل کر لو وَالْكَافِرُونَ اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات اور ہمارے حبیب کی رسالت سے انکار کر دیا حق کو ان سعادتوں سے جو محروم رکھا جائے گا تو اس میں ہم نے بیجا نہیں کیا بلکہ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ ۲۵۴ وہ

۵ مَا اقْتَتَلُوا کے تکرار کو رفع کرنے کے لئے دو زمانے بتائے ہیں ۱۲ منہ ۶ جیسا کہ آیت الکرسی کے بعد فرمایا لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ پ ۳ ع ۲) ۱۲ منہ ۷ جیسا کہ فرمایا وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ (نحل پ ۱۴ ع ۱۲) نیز فرمایا إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (نمل پ ۲۰ ع ۶) نیز فرمایا لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ... يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینہ پ ۳۰) ۱۲ منہ

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ

اللہ نہیں کوئی حقدار عبادت کا سوائے اس کے بذات خود زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے نہیں پکڑتی اس کو اونگھ اور نہ نیند اسی کا

خود ہی ظلم کرنے والے ہیں۔ کہ خداداد قابلیت کو ضائع کر دیا اور مال کو اسباب تعیش کی خرید میں لگایا اور ہمارے دوستوں کے مقابلہ میں ان لوگوں سے دوستی کی جن سے ہم راضی نہیں اور حکام اور بڑے لوگوں کی سفارشیں حاصل کرنے کے لئے پارٹیاں اور وڈہ دے دے کر ہمارے دئے ہوئے مال کو تباہ و برباد کیا اور یہ سب باتیں کفران نعمت کی ہیں گافرون کو مجرم عنہ اور ظالمون کو اس کی خبر بنایا کہ کفر سبب ہے اور ظلم اس کا مسبب ہے اور اس کی انواع کئی ایک ہیں سے کافروں میں سے بعض دہریہ ہیں کہ دنیا کو تو موجود مانتے ہیں لیکن اس کے موجود کرنے والے کو نہیں مانتے اور بعض اس کی توحید کا انکار کرتے ہیں اور بعض حلول کے قائل ہیں اور بعض اتحاد کے اور بعض اس کی صفات کمال کے منکر ہیں اور ذات بحت بلا صفات مانتے ہیں۔ اور بعض اس کے کمال علم کے اور بعض کمال قدرت کے منکر ہیں۔ اور بعض صفات کمال میں اس کے شریک مقرر کرتے ہیں ان کو استحقاق عبادت میں بھی شریک گردانتے ہیں یہ سب امور الحاد اور دین حق سے کجروی کے ہیں۔ ان سب کا جامع جواب یہ ہے کہ اَللّٰہُ معبود برحق خدا واجب الوجود لذاتہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اس کے سوا کوئی دوسرا حقدار عبادت نہیں شہ ہے کیونکہ کمال ذاتی دیگر کسی کو حاصل نہیں اور اگر کسی میں کوئی خوبی ہے تو وہ اسی کی عطا کردہ ہے۔ دیگر سب کی ہستی عارضی ہے۔ اور وہ سب میت کے حکم میں ہیں۔ وہی اَلْحَیُّ بذات خود زندہ ہے جس کو فنا نہیں شہ۔ علاوہ اس کے اَلْقَیُّوْمُ سب کا تھامنے والا ہے۔ پس ہر ایک کا قیام و بقا بھی اسی سے ہے۔ پس جملہ مخلوقات کی ہستی اور بقا عارضی ہے لہٰذا اس کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں ۔

(۱) اور اس کی قیومیت سے ہے کہ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ نہیں پکڑتی اس کو یعنی طاری نہیں ہوتی اس پر اونگھ جو نیند کی ابتدائی حالت ہے وَّلَا نَوْمٌ اور نہ نیند جس میں ظاہری حواس اپنے افعال سے معطل و بیکار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب عوارض ہیں اور ذات حق عروض عوارض و حوادث سے منزہ ہے۔ دیگر سب (پیروں، پیغمبروں، اولیاؤں اور رشیوں منیوں۔ اوتاروں) پر یہ حالتیں طاری ہوتی رہتی ہیں۔ پس وہ دنیا (عالم علوی و سفلی) کے نظام کو سنبھال نہیں سکتے۔ (۲) اور اس کی قیومیت سے ہے کہ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ اسی کی ملک ہے جو کچھ عالم علوی یعنی آسمانوں میں

ـــــــــ

ف حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے اس پر نہایت جامع حاشیہ لکھا ہے یعنی عمل کا وقت ابھی ہے آخرت میں نہ عمل بکتے ہیں نہ کوئی آشنائی سے دیتا ہے نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے ۱۲ سرور عالم کی شفاعت کے متعلق دیکھو نوٹ ۳ ۱۲

ش اللہ مبتدا لا الٰہ الا ھو اس کی خبر ہے ۱۲ سراج منیر ۱۲ منہ ف ۹ جیسا کہ فرمایا وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (نحل پ۱۴ ع۷) ۱۲ منہ ش ۱۰ جیسا کہ فرمایا وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (فرقان پ۱۹ ع۳) ۱۲ منہ ف ۱۱ اسی اسم الحی پر متفرع ہے توحید الوہیت چنانچہ فرمایا هُوَ الْحَيُّ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ (باقی برم)

مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ

ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے کون ہے؟ جو سفارش کرے اس کے سامنے

اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ

سوائے اس کے اذن کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ نہیں گھیرتے کوئی

بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوَاتِ وَ

چیز اس کے علم میں سے مگر جو کچھ وہ چاہے سما لیا ہے اس کی بادشاہی نے آسمانوں کو اور

ہے۔ یعنی ملائکہ اور آفتاب و ماہتاب اور دیگر کواکب و ارواح مجردہ جن کی مشرک لوگ عبادت کرتے ہیں ؎ اور اسی طرح اسی کی ملک ہے مَا فِي الْاَرْضِ جو کچھ عالم سفلی یعنی زمین میں ہے یعنی شجر و حجر حیوانات و دریا اور پہاڑ ؎ اور ان کے تراشے ہوئے اور گھڑے ہوئے بت خواہ پتھر کے ہوں یا لکڑی کے یا کسی دھات کے یا انبیاء و صالحین کی قبریں جن میں سے بعض کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں (٣) اس کی جلالت شان اور ہیبت کے سبب مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ کون ہے؟ یعنی کوئی نہیں جو اس کے سامنے کسی کی سفارش کر سکے اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ سوائے اس کے اذن کے سو پہلے وہ اپنے حبیب پاک سید الرسل ؐ کو اور پھر دیگر انبیاء اور خواص اولیاء و شہداء و صلحاء و حفاظ کو ان کے اعزاز و اکرام کے لئے اذن دیگا تو وہ اس شخص کے حق میں سفارش کریں گے جس پر خدا راضی ہو اور یہ عین عبدیت کا درجہ ہے نہ معبودیت کا۔ اور سفارش کے لئے مشفوع لہ کے اعمال جزوی و کلی سے واقفیت ضروری ہے جو مخلوقات کو حاصل نہیں لیکن خدا تعالیٰ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے یعنی جو عمل انہوں نے آگے بھیجے وَمَا خَلْفَهُمْ اور اسی طرح جانتا ہے جو کچھ ان کے پیچھے ہے یعنی السیئ عمل جن کے نیک یا بد آثار وہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔ یہ سب باتیں خدا کے علم میں ہیں کوئی اس کو کیا بتائے ؎ و مخلوقات کے علم کا یہ حال ہے کہ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ نہیں گھیر

(بقیہ حاشیہ ص ٥) فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (مومن غافر پ ٢٤ ع ٧) یعنی وہی اکیلا الحی یعنی بذات خود زندہ ہے اسکے سوا کوئی دوسرا لائق عبادت نہیں پس اسی کی عبادت کرو اور (مصائب میں) اسی کو پکارو خالص کرتے ہوئے واسطے اسی کے عبادت (دین) کو اس آیت میں الحی کو بھی معرفہ ذکر کیا ہے۔ خبر جب معرفہ لائی جائے تو فائدہ حصر کا دیتی ہے (مختصر معانی) نکتہ یہ ہے کہ دیگر سب کی زندگی عارضی ہے جو خدا کے حکم سے ہے پس اس کے سوا سب حکماً اموات ہیں جیسے کہ سورہ نحل میں فرمایا اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ (النحل پ ١٤ ع ٢) یعنی مردہ ہیں (بذات خود) زندہ نہیں ہیں۔ بذات خود زندہ وہی ایک ذات ہے پس وہی مستحق عبادت ہے ١٢ منہ (حاشیہ صفحہ ہذا) ١ ؎ خدا تعالیٰ کے علم کلی کا ذکر شفاعت کے

؎ ... کر صفحہ ... اور دیگر آیات میں بھی ہے مثلاً سورۃ طٰہٰ پ ١٦ ع ٦ میں اور سورت انبیاء پ ١٧ ع ٢ میں ١٢ منہ

الْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝ لَاۤ اِكْرَاهَ

زمین کو (بھی) اور نہیں تھکاتی اس کو ان دونوں کی نگہبانی اور وہ بلند مرتبہ (اور) بزرگ قدر والا ہے　　نہیں زبردستی

سکتے اس کے علم میں سے کچھ بھی مگر جزوی طور پر ہی جو وہ چاہے یا اسی قدر جتنا کہ وہ چاہے کیونکہ ان کی ذوات بھی حادث ومحدود اور ان کی صفات بھی حادث ومحدود ہیں۔ ان صفات میں سے علم بھی ایک صفت ہے اس کی بھی حد ضروری ہے[13]۔ اور خدا تعالیٰ کی عالمگیر حکومت کا یہ حال ہے کہ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ سما لیا ہے اس کی بادشاہی[14] نے آسمانوں اور زمین کو کوئی چیز اس سے باہر نہیں۔ اور وہ اکیلا ہی ان سب کی نگہبانی کرتا ہے وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا اور نہیں تھکاتی اس کو ان دونوں کی حفاظت ونگہبانی پس اس کو کسی شریک کار یا فرزند یا مددگار کی ضرورت نہیں[15] اور مخلوق کو اس سے سوائے عبودیت کی نسبت کے دیگر کوئی نسبت نہیں کیونکہ هُوَ الْعَلِیُّ وہ بڑا عالی ذات ہے۔ کہ جہاں تک کسی کا وہم پہنچ سکے وہ اس سے بھی بلند ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ الْعَظِیْمُ ۝ بڑی عظمت وبزرگی والا ہے کہ جس کی کنہ کو کوئی پہنچ نہیں سکتا[16]۔ لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ

ف۱۳ چنانچہ سید الرسل کو دعا سکھائی وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اگر مخلوق کے علم کی حد نہ ہوتی تو آنحضرت کو یہ دعا کیوں سکھائی جاتی نیز یہ کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا میرا اور تمہارا اور جملہ مخلوق کا علم خدا کے علم کے مقابلہ میں اسی قدر ہے۔ جتنا اس چڑیا نے اس دریا سے اپنی چونچ میں پانی لیا (صحیح بخاری کتاب التفسیر) ۱۲ منہ ف۱۴ کرسی کے معنی "بادشاہی" حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کئے ہیں ۱۲ منہ ف۱۵ اس مضمون کو سورت بنی اسرائیل کی آخری آیت وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ میں نیز سورت سبا پ۲۲ ع۲ میں آیت قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ اور اس سے بعد کی آیت وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ میں دیکھیں ۱۲ منہ ف۱۶ جیسا کہ عارفانہ ذوق میں کہا گیا ہے ع اے برادر بے نہایت درگہیست ہر چہ بروے میرسی بروے مایست۔ تفسیر رحمانی میں لکھا ہے کہ خدا کی عظمت سے کسی دوسرے کی عظمت کو کوئی بھی نسبت نہیں اور اس کی عظمت وعلو کی وجہ سے محدثات اس میں حلول نہیں کرتے اور نہ وہ ان میں حلول کرتا ہے اور نہ ان سے متحد ہوتا ہے گویا ایک ہی بات سے حلولیوں اور اتحادیوں ہر دو فرقوں کا رد کر دیا۔ اسی طرح امام غزالی نے فرمایا العلی العظیم کی شان یہ ہے کہ جہاں تک کسی کا وہم وگمان پرواز کر سکتا ہے خدا تعالیٰ کی ذات اس سے برتر اور عظیم ہے جیسا کہ کہا گیا ہے ع اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ✤ وزہر چہ گفتہ اند شنیدیم وخواندہ ایم ✤ سابقا اسی آیت میں کرسی یعنی حکومت اور وسعت علم اور حفاظت خلق اللہ کے ذکر سے انسان کے وہم وتصور میں ایک نقشہ بن جاتا ہے گویا العلی العظیم فرما کر سمجھا دیا کہ اے انسان تیرا ذہن جہاں تک پہنچتا ہے میری شان اس سے بلند ہے۔ تیرے تصور کی پرواز وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ سبحانہ ما اعظم شانہ ۱۲ منہ **حکایت عجیبہ نادرہ** یہاں ایک بزرگ بنام مولوی غلام نبی صاحب مرحوم محلہ حاجی پورہ شہر سیالکوٹ میں مقیم تھے وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا کی زندہ تصویر اور صالح (باقی برص۸)

فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ

دین (کے معاملہ) میں (کیونکہ) ظاہر ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے پس جو کوئی انکار کرے بتوں سے

وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا

اور ایمان لاوے اللہ پر پس اس نے پکڑ لیا کڑا محکم جو ٹوٹنے کا نہیں

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے

دین کے بارے میں زبردستی (جائز) نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے کیونکہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ان دلائل اور واقعات سے جو آیت الکرسی میں بیان ہو چکے ہیں۔ اور نظام دنیا اس کی شہادت دے رہا ہے کامل طور پر واضح ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے اور اب دونوں میں کوئی التباس اور اختلاط نہیں رہا۔ کہ کسی کو زبردستی منوانے کی ضرورت ہو فَمَنْ پس جو کوئی اپنے اختیار و مرضی سے ان دلائل کی رُو سے عقل خداداد سے يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ بتوں کی عبادت سے انکار کر دے کہ وہ خدا سے سرکشی کرنے کا موجب ہیں وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور خدا کی توحید پر ایمان لاوے کہ وہ اکیلا سچا معبود اور زمین و آسمان کا مدبر و ناظم ہے فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى تو تحقیق اس شخص نے محکم دست پناہ کو ہاتھ میں پکڑ لیا۔ کہ یہ عقیدہ فطرت اور نظام قدرت کی شہادت کے مطابق ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو اسے توڑ سکے۔ نہ فطرت بدل سکتی ہے اور نہ نظام قدرت میں آگے کوئی کسر ہے اور نہ آئندہ کوئی خلل یا تبدیلی ہو سکتی ہے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ٢٥٦ اور اللہ تعالیٰ سب کی باتیں سنتا ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں اور سب کی نیتیں اور دلی خیالات کو جانتا ہے کہ کوئی حق کا مقابلہ کیوں کرتا ہے اور دل میں کیا کچھ چھپاتا ہے پس ہر ایک کو اس کے مطابق جزا دے گا۔

(بقیہ حاشیہ ص) بزرگ تھے۔ انہوں نے کانپور اور لکھنؤ میں تعلیم پائی تھی مجھ عاجز سے بغایت محبت رکھتے تھے انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے لکھنؤ کے معمر لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ ایک دفعہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رح لکھنؤ میں تشریف لائے آپ کی ذہانت اور طباعی کا شہرہ دور دور تک پہنچا ہوا تھا علمائے لکھنؤ نے حضرت شاہ صاحب مرحوم سے کہا کہ کل آپ آیت الکرسی کا درس دیں۔ ہم سب آپ کی تفسیر اور تقریر کے نہایت مشتاق ہیں۔ ان علماء نے رات بھر مختلف تفاسیر کا مطالعہ کر کے کئی ایک مشکل علمی سوالات انتخاب کئے۔ صبح کو جب حضرت شاہ شہید نے آیت الکرسی کی تفسیر بیان کی تو علم کلام اور (بقیہ بر صفحہ ۹)

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۵

اللہ دوست ہے ان کا جو ایمان لائے نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے طرف نور کی

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓــُٔــهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ

اور جو کافر ہیں ان کے دوست طاغوت ہیں وہ نکالتے ہیں ان کو نور سے

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ دوست ہے ان کا جو ایمان لائے اور دوست کا کام ہے کہ وہ ضرورت کے وقت کام آوے۔ سو جب شیطان یا نفس یا شیطان کا کوئی ایجنٹ کسی داؤ سے شبہ ڈالنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اپنی **شان ولایت** سے يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ان (مومنوں) کو ان شبہات سے محفوظ رکھتا ہے اور اگر وہ شبہات میں گھر جائیں تو ان کو اپنی توفیق سے ان سے نکال لاتا ہے اور **نور ایمان** کی طرف راہنمائی کرتا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور وہ جو کافر ہیں ان کا حال اسکے برعکس ہے کہ اَوْلِيٰٓــُٔــهُمُ الطَّاغُوْتُ ان کے دوست بقاعدہ کند ہم جنس باہم جنس پرواز طاغوت ہیں جو اپنے مادہ طغیانی کی وجہ سے يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ نکالتے ہیں ان (کفار) کو نور سے جب دلائل ان کے سامنے پیش کئے جائیں اور وہ سمجھنے لگیں یا سمجھنے کے قریب ہوں تو ان کے دلوں میں وساوس و شبہات ڈال کر ان کو لے آتے ہیں ....

(بقیہ حاشیہ ص) تصوف کی رُو سے صفات الٰہیہ کے ایسے حقائق و معارف بیان فرمائے کہ آپکے ضمن میں سوالات مجوزہ کے جوابات خود بخود آگئے اور حضرت علماء کو سوالات پیش کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا یہ حکایت میں نے یہاں اس لئے درج کردی ہے کہ یہ روایت زندہ ہے اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ عُلَمَاءَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلعم وَارْفَعْ دَرَجَاتِهِمْ ۱۲ منہ (حاشیہ متعلقہ صفحہ ۸) **۱۷ے** نیز فرمایا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یونس پ ۱۱ ع ۱۵) نیز حضرت نوح کی زبانی فرمایا اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ (ہود پ ۱۲ ع ۳) اس وجہ اس کا مآل بھی یہی ہے کہ دلائل بیان ہو چکنے کے بعد ہم یہ رحمت (تصدیق نبوت) تمہارے دلوں کی ناپسندیدگی کے ہوتے ہوئے بزور تمہارے گلے نہیں منڈھتے ۱۲ منہ **۱۸ے** جیسا کہ فرمایا وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (کہف پ ۱۵ ع ۱۶) ۱۲ منہ **۱۹ے** لفظ طاغوت طغیان سے مشتق ہے جس کے معنے سرکشی کے ہیں۔ اس کے مفہوم میں بت شیطان اور ہر حاکم جو خدائے برحق سے سرکشی کا موجب ہو داخل ہیں (مفردات) ۱۲ منہ **۲۰ے** عروۃ الوثقیٰ کلمہ اسلام یا دین اسلام یا قرآن یا رسول کریم صلعم ہیں سب کا مآل واحد ہے جیسا کہ کلمہ طیبہ اور اسکے مقابلہ میں کلمہ خبیثہ کی مثالیں بیان کرنے کے بعد فرمایا يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراہیم پ ۱۳ ع ۱۶) ۱۲ منہ **۲۱ے** جیسا کہ حفاظت فطرت کی نسبت فرمایا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (روم پ ۲۱ ع ۴) اور نظام قدرت کی مضبوطی کی نسبت فرمایا مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (ملک پ ۲۹ ع ۱) ۱۲ منہ **۲۲ے** عروۃ الوثقیٰ کلمہ توحید یا دین اسلام یا عقاید حقہ یا دلائل یقینیہ ہیں سب کا مآل واحد ہے اسی کو قول ثابت بھی کہا ہے (ابراہیم پ ۱۳ ع ۱۶) اور قول سدید بھی (احزاب پ ۲۲ ع ۹) ۱۲ منہ **۲۳ے** کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ میں بھی یہی بات ہے لا الٰہ کی نفی میں کفر بالطاغوت ہے اور الا اللہ کے اثبات میں ایمان باللہ کا اقرار ہے ۱۲ منہ

إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○

طرف اندھیروں کی   وہ لوگ   دوزخ والے ہیں   وہ اس میں ہمیشہ   رہیں گے ۲۵۷

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ

کیا نہیں دیکھا آپ نے اس شخص کی طرف جس نے جھگڑا کیا ابراہیمؑ سے اس کے رب کی بابت کہ دی تھی اسکو اللہ نے بادشاہی

إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي

جب کہا ابراہیمؑ نے   میرا رب وہ ہے جو   زندگی بخشتا   اور موت وارد کرتا ہے کہا اس نے میں (بھی) زندہ کرتا ہوں

إِلَى الظُّلُمَاتِ اندھیروں کی طرف۔ کفر خود اندھیرا تھا شیطانی وساوس و شبہات سے ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کی حالت ہوگئی۔ أُولَٰئِكَ یہ لوگ انہی اندھیروں میں پھنسے رہ کر مرجائیں تو وہ أَصْحَابُ النَّارِ دوزخ میں جلنے والے ہونگے اور چونکہ وہ مرتے دم تک کفر پر مصر رہے اس لئے هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○ ۲۵۷ وہ اس (دوزخ) میں ہمیشہ رہیں گے (اعاذنا اللہ منہا) خدا تعالیٰ کے نور کی طرف لانے اور طاغوت کے اندھیروں کی طرف لانے کے متعلق اے ہمارے پیارے نبی! أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ کیا آپ نے اس شخص (کے حال) کی طرف نہیں دیکھا یعنی غور نہیں کیا جس نے جھگڑا اور حجت بازی کی تھی ہمارے خلیل ابراہیمؑ سے اور جھگڑا بھی کسی معمولی اور پیچیدہ امر میں نہیں بلکہ ضروری سے ضروری اور بیّن سے بیّن امر میں کیا یعنی فِي رَبِّهِ اس کے یا اپنے رب کے بارے میں جس کی تربیت کا سلسلہ فطری شہادت کے بعد سب سے پہلا منظر ہے جس کی رو سے انسان کے لئے اس کی ہستی کے اقرار کے سوا کوئی چارہ نہیں أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ کہ خدا نے اس کو خصوصی نعمت سے بادشاہی بخشی تھی لیکن اس نے تمرد و سرکشی اور طاغوت کی بدراہی سے بجائے شکر کے کفر کو اختیار کیا اس کا حال خاص کر اس وقت کا قابل غور ہے إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ جب اس کو ابراہیم نے سلسلۂ گفتگو میں ہستی خالق کے ثبوت میں کہا رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي میرا رب جس پر میرا ایمان ہے وہ ذات ہے جو اپنی قدرت کاملہ سے نفخ روح سے زندگی بخشتا ہے اور حرکت ارادی پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے بعد بے تعلق و بے اختیار نہیں ہو جاتا بلکہ اجل مقرر کردہ تک پرورش کرتا اور پھر روح کو قبض کر کے يُمِيتُ موت وارد کرتا ہے۔ یہ ہر دو کام اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ لیکن اس شخص نے کفر و عناد اور طاغوت کی بدراہی سے اور حجت بازی سے ابراہیمؑ

۲۱ سورت روم پ ۲۱ رع ۴ میں یہی دلیل اثبات توحید اور رد شرک میں ان لفظوں میں فرمائی ہے اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○ رع یعنی اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی پھر تم کو ماریگا پھر قیامت کو زندہ (باقی برصفحہ ۱۱)

وَاُمِیۡتُ ؕ قَالَ اِبۡرٰھٖمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ

اور مارتا ہوں کہا ابراہیم نے پس تحقیق اللہ لاتا ہے سورج کو مشرق سے

فَاۡتِ بِہَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُہِتَ الَّذِیۡ کَفَرَ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی

پس لا تو اس کو مغرب سے پس مبہوت ہو گیا وہ جو کافر تھا اور اللہ نہیں ہدایت کرتا

کی مراد کے برخلاف بات کو حقیقت سے مجاز کی طرف کھینچ کر قَالَ کہا کہ اَنَا اُحۡیٖ میں بھی ایک واجب القتل گنہگار کو معاف کر کے زندہ رکھ سکتا ہوں۔ اور دوسرے کو اُمِیۡتُ قتل کر کے مار سکتا ہوں قَالَ اِبۡرٰھٖمُ حضرت ابراہیم ؑ نے اس کی کج بحثی کو دیکھ کر کہا فَاِنَّ اللّٰہَ پس تحقیق اللہ تعالیٰ جامع جمیع صفات اپنی قدرت کاملہ سے یَاۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فلک شمس کو اس کی حرکت خاصہ کے خلاف حرکت دے کر روزانہ بانظام سورج کو مشرق سے لاتا ہے اور مغرب کو لے جاتا ہے فَاۡتِ بِہَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ پس اگر تو اس کے مقابلہ میں بزعم خود بڑائی رکھتا ہے تو اس کے مقرر کردہ نظام کے خلاف اس کو یعنی سورج کو اس کے فلک کی حرکت خاصہ سے مغرب سے لا اور مشرق کی طرف لیجا فَبُہِتَ پس مبہوت ہو گیا اور بند ہو گیا۔ الَّذِیۡ کَفَرَ ؕ وہ جو کافر تھا وَاللّٰہُ اور اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰) کریگا کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے؟ جو ان کاموں میں سے کوئی کام بھی کر دکھلائے وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے ان کے شریک بنانے سے ۱۲ منہ (حاشیہ صفحہ ھذا) ۲۲ حضرت ابراہیم ؑ نے جو دلائل پیش کئے ان ہر دو میں حرکت امر مشترک ہے حیات میں حرکت ارادی ہے کہ اس کا اجرا اور توقف ذی حیات کے اختیار میں رکھا ہے اور اجرام فلکیہ میں حرکت طبعی اور دائمی ہے کہ وہ اس نظام کے ماتحت جو خدا نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہے دائماً حرکت میں ہیں جیسا کہ فرمایا وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّہَا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ (یٰس پ ۲۳ ع ۳) نیز فرمایا وَہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ الَّیۡلَ وَالنَّہَارَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ (انبیاء پ ۱۷ ع ۳) نمرود دہریہ نے موت و حیات میں تو کج بحثی سے حقیقت و مجاز کا وہم ڈال دیا تھا حالانکہ ابراہیم ؑ کی مراد حقیقت تھی نہ مجاز لیکن اجرام فلکیہ میں تو حقیقت مجاز کا تصور بھی نہیں آ سکتا اس لئے ابراہیم ؑ نے ایک دلیل سے انتقال کر کے دوسری دلیل پیش کی۔ اس میں حضرت ابراہیم ؑ کے نظام عالم کو چشم بصیرت سے دیکھنے اور سمجھنے اور عالمانہ طریق مناظرہ کی بھاری دلیل ہے بعض متعقل جو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام صرف اخلاقی اور تعبدی امور کے معلم ہوتے ہیں اور علوم عقلیہ فلسفیہ ان کے مشن سے خارج ہیں وہ ان دلائل کی باہمی مناسبت اور مقصود سے ہر دو کی مطابقت میں غور کریں کہ مولانا ظفر علی خاں کے اس شعر کی حقیقت کیسی نمایاں ہے۔ ع جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا ✦ وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں ✦ ہاں انبیاء علوم حکمت کی مصطلحات میں جو محض اعتباری ہوتی ہیں اسباب و علل سے بحث نہیں کرتے بلکہ وہ ہر علول کے محدث کو (باقی بر صفحہ ۱۲)

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ

ظالم لوگوں کو ۱۵۸ یا مثل اس کی جو گذرا ایک بستی پر اور وہ گری ہوئی تھی

غیرت وحدانیت سے لَا يَهْدِي ہدایت نہیں کیا کرتا الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ۲۵۸ ایسے ظالم لوگوں کو ۲۲ جو باوجود فطرت کی ہدایت اور ہادی حقانی کی راہنمائی کے بلکہ اس کے مقابلہ میں عاجز ہو کر بھی ضد پر قائم ہیں۔ پہلا ظلمات سے نور کی طرف نکالنا یا تو آفاقی دلائل سے ہوتا ہے جیسا کہ ابراہیم کے قصے میں مذکور ہوا اَوْ یا انفسی آیات سے ہوتا ہے ۲۵۹ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ مثل اس شخص کی جو گذرا ایک بستی پر۔ یہ بستی بیت المقدس تھی۔ اور وہ گذرنے والا یا تو حضرت عزیر نبی تھا یا ارمیاہ نبی وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا دراں حال کہ وہ گری پڑی تھی اپنی چھتوں پر یعنی چھتیں گریں پھر ان پر دیواریں بھی گر پڑیں۔ اور بالکل تباہ و برباد ہو گئی تھی ۲۶

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۱) علت العلل یعنی ذات حق کی طرف منسوب کر کے آثار قدرت سے اس کی ذات اس کی صفات اس کی الوہیت و تدبیر عالم میں اس کی وحدانیت کے متعلق صحیح تعلیم دیتے ہیں جس کی بناء ہی خدا پر ہوتی ہے اور آثار قدرت اس کی شہادت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ ملا حسین کاشفی کے شعر ؏ اے گرفتار سبب از مسبب غافلی میں اسی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اسی لئے حضرت ابراہیم نے يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ اور يَأْتِيْ بِالشَّمْسِ کی فاعلی ضمیریں بغیر انکے اسباب کی بحث کے ذات حق کی طرف کر کے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ کائنات کا وجود بغیر خالق کے نہیں ہے اور زمین و آسمان کا نظام و بقا بغیر ناظم و مدبر کے قائم نہیں ہے اور وہ صرف ایک ذات ہے جس کا حکم عالم بالا و عالم پست میں بغیر مزاحمت و تبدیلی کے چل رہا ہے ۲۳ علامہ ابوبکر سجستانی رحمہ نے تربیت القلوب (لغت مفردات قرآن) میں بُهِتَ کے معنی لکھے ہیں اِنْقَطَعَ یعنی حجت میں بند ہو گیا ۱۲ منہ

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) ۲۲ نمرود بھی دہریہ تھا اور فرعون بھی۔ نمرود کے لئے بھی ظالم کا لفظ فرمایا اور فرعون کے لئے بھی۔ چنانچہ فرعون اور اس کے لشکروں کی ہلاکت کا ذکر کر کے آنحضرت صلعم کو توجہ دلائی ہے فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ (القصص پ ۲۰ ع ۴) اس کی وجہ یہ ہے کہ معبودیت صرف خالق کا حق ہے لیکن یہ اس کا انکار کر کے اپنی معبودیت کا اقرار کرتے تھے۔ جیسا کہ سورت قصص میں آیت مذکورہ سے پیشتر فرعون کا قول مرقوم کیا کہ اس نے کہا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ۔ نیز سورت شعراء میں فرمایا کہ فرعون نے موسیٰ کو خطاب کر کے کہا لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ (شعراء پ ۱۹ ع ۲) الیا دعوی خدائی حق میں تصرف ہے اور یہ عین ظلم ہے ۱۲ منہ ۲۵ نشانات قدرت دو قسم پر ہیں انفسی۔ آفاقی جیسے کہ فرمایا سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ پ ۲۵ رکوع اول) نیز فرمایا وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (ذاریات پ ۲۶ ع ۱) ۲۶ بخت نصر بنوکد نضر شاہ بابل بڑا جابر کافر تھا اس نے بیت المقدس پر حملہ کر کے شہر یروشلم کو تباہ و برباد کر دیا اور قوم بنی اسرائیل میں بعض کو قتل کر ڈالا اور بعض کو اسیر (باقی بر صفحہ ۱۳)

عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ

اوپر اپنی چھتوں کے　کہا اس نے کیونکر زندہ کرے گا خدا اس (بستی) کو بعد اس کی موت (ویرانی) کے

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ

پس مار رکھا اس کو خدا نے سو سال تک پھر جلایا اس کو فرمایا تو کتنا ٹھہرا

قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ

اس نے کہا ٹھہرا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ

قَالَ کہا اس گذرنے والے نے قدرت خدا کی عظمت کے خیال سے نہ انکار و استبعاد کی وجہ سے اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا کیونکر زندہ کرے گا خدا اس (بستی) کو بعد اس کی موت کے۔ یعنی یہ بستی البیلی ویرانی و بربادی کے بعد پھر کس طرح آباد ہوگی۔ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ پس خدا نے اس کی روح اسی جگہ قبض کر لی اور اس کو مُردے رکھا سو سال تک ثُمَّ پھر مدت مدید کے بعد اس کو زندہ ہستیوں میں موت کے بعد زندگی اور بے جان چیزوں یعنی اُجڑے ہوئے دیار میں ویرانی کے بعد آبادی یعنی تخریب و تعمیر کا نقشہ اس کے اپنے نفس میں دکھانے اور اس کو علم الیقین سے عین الیقین کے رتبے پر پہنچانے کے لئے بَعَثَهٗ اس کو جلا کھڑا کیا۔ زندہ کرنے کے فوراً بعد اس کو حقیقت حال جتانے کے لئے قَالَ خداوند تعالیٰ نے بطور سوال فرمایا كَمْ لَبِثْتَ تو (یہاں) کتنا (عرصہ) ٹھہرا ہے قَالَ اس نے جواب میں کہا زیادہ سے زیادہ لَبِثْتُ یَوْمًا میں ایک دن ٹھہرا ہوں اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ یا دن کا ایک حصہ[۲۷]

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۲)

بنا کر بابل میں لے گیا۔ اس کا مختصر سا اشارہ سورت بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں بھی ہے اور بائیبل میں بھی بالتفصیل مذکور ہے۔ تاریخ یہود میں بابل کی اسیری ایک مشہور و معروف واقعہ ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ و عافاہ ۱۲

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا)

۲۷؎ تفسیر رحمانی وغیرہ میں کہا ہے کہ وہ ضحیٰ (چاشت) کے وقت فوت ہوئے۔ اور عصر کے وقت زندہ ہوئے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ

فرمایا نہیں بلکہ تو ٹھہرا ہے　سَو سال　پس دیکھ طرف اپنے کھانے　اور پانی کے

لَمْ يَتَسَنَّهْ ج وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ قف وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ

کہ وہ نہیں سڑا　اور دیکھ طرف اپنے گدھے کی　اور تاکہ ہم کریں تجھ کو نشان واسطے لوگوں کے

وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ط

اور نظر کر　طرف　ہڈیوں کی　کس طرح حرکت دیتے ہیں ہم ان کو پھر پہناتے ہیں ان کو گوشت

قَالَ خدا تعالیٰ نے فرمایا نہیں بَلْ بلکہ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ تو ٹھہرا ہے سَو سال تک[۲۷] اور اگر اتنی مدت کا تعجب ہو فَانْظُرْ تو دیکھ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ طرف اپنے کھانے اور پانی کی جو تو ساتھ لایا تھا۔ کہ وہ اتنی مدت قائم رہنے والی چیز نہیں تھی لیکن لَمْ يَتَسَنَّهْ ج وہ بودار بھی نہیں ہوا۔ یہ تخریب سے بچا کر بحال رکھنے کی مثال ہے جس کو ہم چاہیں فنا کر دیں اور جس کو چاہیں باقی رکھیں۔ فنا اور بقا سب ہمارے ہاتھ میں ہے وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ اور ذرا اپنے سواری کے گدھے کی طرف بھی نظر کر کہ اس کی ہڈیاں گوشت سے ننگی ہو کر متفرق اور بوسیدہ ہو گئی ہیں ۔ اور ہم یہ سب کچھ اس لئے کر رہے ہیں کہ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ تاکہ ہم بنا دیں تجھ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنی قدرت کا ایک نشان خلاف عادت وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ اور ان بوسیدہ ہڈیوں کی طرف بھی دیکھ كَيْفَ نُنْشِزُهَا کس طرح ہم ان کو حرکت دیتے اور آپس میں مناسب جگہ پر جوڑتے ہیں ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا پھر ان ننگی ہڈیوں کو گوشت کی پوشاک پہناتے ہیں۔

[۲۷] شاہ عبد القادر صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ شخص حضرت عزیر پیغمبر تھے۔ بخت نصر ایک بادشاہ تھا کافر بنی اسرائیل پر غالب ہوا شہر بیت المقدس کو ویران کیا تمام لوگ بندی میں پکڑے گئے تب حضرت عزیر اس شہر پر گذرے تعجب کیا کہ یہ شہر پھر کیونکر آباد ہوگا اسی جگہ اس کی روح قبض ہوئی۔ سو برس کے بعد زندہ ہوئے ان کا کھانا اور پینا پاس دھرا تھا اسی طرح اور سواری کا گدھا مر کر ہڈیاں اسی شکل سے دھری تھیں وہ ان کے روبرو زندہ ہوا اس سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہوئے اور شہر پھر آباد ہوا انہوں نے زندہ ہو کر آباد ہی دیکھا ۱۲ منہ یہ عاجز کہتا ہے کہ اس عرصہ میں توریت بھی ضائع ہو گئی تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کو بذریعہ وحی حفظ کرا دی اور انہوں نے بنی اسرائیل کو توریت اپنے حفظ سے املا کرا دی۔ ان کے دوبارہ زندہ ہونے اور توریت املا کرا دینے سے بنی اسرائیل کا اعتقاد ہو گیا کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں جیسا کہ فرمایا وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ کما ذہب الیہ جماعۃ من المفسرین ۱۲

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

پس جب (یہ سب کچھ) ظاہر ہوگیا اس کے لئے کہنے لگا میں جانتا ہوں بیشک اللہ ہر شئے پر قادر ہے ٢٥٩

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَ

اور جب کہا ابراہیم ؑ نے اے میرے رب دکھا مجھ کو تو کیونکر زندہ کرتا ہے مردوں کو فرمایا کیا

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ پس جب یہ سب کچھ خدا کے کلمۂ کن سے آن واحد میں اس کے سامنے روشن و آشکارا ہوگیا۔ قَالَ تو وہ معاً بول اٹھا اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ میں بصدق دل یقین رکھتا ہوں کہ بیشک خداوند تعالیٰ ہر شے پر (جیسے وہ کرنا چاہے) قادر ہے[25] ٢٥٩ اور اے ہمارے پیارے نبی! (٢) اسی سلسلہ[29] میں یاد کیجئے اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ جب ابراہیم نے مزید اطمینان کے لئے کہا رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی اے میرے پروردگار مجھے مشاہدہ سے دکھا کہ تو کیونکر زندہ کرتا ہے مردوں کو قَالَ خدا تعالیٰ نے سننے والوں کا وہم دور کرنے کے لئے بطور[30] سوال فرمایا کیا تو سوال کرتا ہے۔

ف٢٥ اس مضمون کی آیات قرآن شریف میں بکثرت ہیں (١) حضرت زکریا کو بڑھاپے میں بیٹا ہونے کی خوشخبری سنائی۔ تو فرمایا كَذٰلِكَ اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ (پ٣ آل عمران ع٤) نیز حضرت مریم کو بلا خاوند بیٹا دینے کی بشارت فرمائی۔ تو فرمایا كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ (آل عمران پ٣ ع٥) نیز یہ مضمون متعدد جگہ فرمایا اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔ (یٰسٓ پ٢٣ رکوع ٥) مؤثر حقیقی خدا کا امر ہے۔ باقی سب اس کے اذن کے ماتحت عارضی امر ہیں ١٢ منہ

ف٢٩ سلسلہ کلام اللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے چلتا ہے اس کی دو مثالیں بیان کیں ایک ابراہیم ؑ اور نمرود کے مکالمہ کی، یہ استدلالی ہے دوسری عزیرؑ کی یہ نفسی اور آفاقی ہے اسی لئے ان دونوں کے درمیان حرف اَوْ ذکر کیا جو احد الامرین (دو میں سے ایک امر) کے لئے آتا ہے یعنی یا یہ یا یہ۔ لیکن ابراہیم کے طیور والے قصے کو واو عطف سے جوڑا ہے جو جمع کے لئے آتا ہے۔ پس اس کا تعلق حضرت عزیرؑ کے قصے سے ہے۔ اس کی توضیح اور وجہ مناسبت انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی واللہ اعلم ١٢ منہ

ف٣٠ کسی کو یہ وہم پڑ سکتا ہے کہ ابراہیم ؑ اتنے بڑے نبی ہو کر ایسا سوال کیوں کرتے ہیں۔ کیا ان کو اس امر میں شک تھا۔ سو اس وہم کو ان کی زبانی کلمہ بَلٰی کہلوا کر دور کر دیا۔ چنانچہ حدیث صحیح مسلم میں ہے نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرٰهِیْمَ الحدیث اس کے معنی امام نووی اور شیخ محمد طاہر پٹنی گجراتی نے مجمع البحار میں یہ کئے ہیں کہ اگر بالفرض ابراہیم کو شک ہوا ہو تو ہم شک کے زیادہ لائق ہیں۔ یعنی جب ہم کو نہیں تو ان کو بھی نہیں تھا۔ اس میں حضرت ابراہیم ؑ کے کمال معرفت کا بیان ہے فافہم ١٢ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

لَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ۖ قَالَ فَخُذْ

تو ایمان نہیں رکھتا کہا کیوں نہیں لیکن اس لئے کہ اطمینان پکڑے میرا دل فرمایا پس لے

اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ

چار (عدد) پرندوں کی قسم سے پس پہچان ان کو پاس اپنے پھر رکھ اوپر ہر

جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۗ وَاعْلَمْ

پہاڑ کے ان میں سے ایک ایک ٹکڑا پھر بلا ان کو آویں گے تیرے پاس دوڑتے اور یقین رکھ

اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کیا تو پیشتر[۳۱] سے ایمان نہیں رکھتا کہ ہم اس بات پر قادر ہیں قَالَ ابراہیمؑ نے جواب میں کہا۔ بَلٰى کیوں نہیں ضرور ایمان رکھتا ہوں[۳۲] وَلٰكِنْ لیکن اس لئے سوال کرتا ہوں لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ تاکہ مشاہدے[۳۳] سے جس کا رتبہ سماعت اور استدلال سے اوپر ہے میرا دل اطمینان پکڑے۔ کیونکہ نظارہ دلکے سے تصدیق و ایمان میں زیادتی ہوتی ہے[۳۴]۔ قَالَ خدا تعالےٰ نے فرمایا جب تیرا ایمان صحیح ہے اور تو اطمینان کا رتبہ لینا چاہتا ہے فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ تو پکڑ چار عدد پر دار جانوروں کی قسم سے کہ وہ محض زمینی اور آبی جانوروں سے اعلیٰ قسم ہیں۔ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ پس صورت پہچان ان کی شخصیت کی اور رکھ ان کو پاس اپنے ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا پھر ان کو ذبح کر[۳۵] اور رکھ اوپر ہر پہاڑ کے ان میں سے ایک ایک ٹکڑا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا پھر بلا ان کو آویں گے وہ تیرے پاس دوڑتے وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ اور علم یقینی سے جان لے کہ

۳۱؎ پیشتر کا لفظ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کی، ضوبیت سے لیا ہے ۱۲ منہ ۳۲؎ صاحب مغنی اللبیب نے نَعَمْ اور بَلٰى میں یہ فرق بتایا ہے کہ نَعَمْ کلام موجب کے جواب میں ہوتا ہے اور بَلٰى کلام منفی کے جواب میں اور اس میں کلمہ بَلْ کی طرح اضراب بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ رفیع الدین اس موقعہ پر ترجمہ یوں کرتے ہیں "بلکہ لایا ہوں میں" ۱۲ منہ ۳۳؎ حدیث میں ہے لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ (فتح الباری) مشاہدہ کا رتبہ سب سے بڑا نہ ہوتا تو خدا تعالےٰ معراج شریف کی علت میں یوں کیوں فرماتا لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا (بنی اسرائیل ع) نیز اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (النجم پارہ ۲۷ ع) امام بخاری نے کتاب الایمان میں زیادت ایمان کے ثبوت میں اس آیت لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ کو جو آیا تاکید ہے ۱۲ منہ ۳۵؎ امام رازی نے کہا سب مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہ جانور ذبح کئے گئے اور ان کا ایک ایک حصہ۔ ابراہیمؑ کے سامنے کے ہر پہاڑ پر رکھا گیا۔ اور وہ جانور رباقی بر صفحہ ۱۷)

اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠

اللہ زبردست ہے حکمت والا ۲۶؎

اللہ تعالےٰ جو جامع جمیع صفات کمال ہے کر تو سب کچھ سکتا ہے کیونکہ وہ عَزِیْزٌ غالب ہے کوئی امر جسے وہ چاہے رک نہیں سکتا۔ لیکن کرتا بتقاضائے حکمت ہے کیونکہ وہ حَكِیْمٌ ۲۶؎ باحکمت بھی ہے تجھ کو ایسی باتوں کا مشاہدہ کرانے میں حکمت ہے کہ تجھ کو اپنی توحید کا بانی لعد جد انبیاء بنانا ہے۔ حق اور باطل کی آویزش ہمیشہ رہتی ہے اور اس میں فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ اوپر حکم کیا گیا۔ اس میں یہ خیال نہ کرو کہ حاضر مال کو محض امید کی بنا پر کیوں خرچ کیا جائے جس میں کامیابی و ناکامی ہر دو کا وہم ہے۔ کیونکہ ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶) حضرت ابراہیم ؑ کے بلانے سے بحکم خدا زندہ ہو کر اور ہر جانور کا ٹکڑا اپنے سر سے جڑ کر حضرت ابراہیم ؑ کے پاس دوڑتا ہوا آگیا۔ لیکن ابو مسلم اصفہانی (معتزلی) نے اس کی تاویل کی ہے۔ حیرانی ہے کہ جناب مولانا ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری (رحمۃ اللہ علیہ) نے باایں ہمہ فضل و کمال اس مسئلہ میں ائمہ سنت کی پیروی نہیں کی اور ابو مسلم معتزلی کی پیروی میں تاویل میں لگ گئے اور تاویل بھی ایسی کی کہ اسے بچوں کا بہلاوا کہنا چاہیئے۔ یہ مسئلہ ان چند مسائل میں سے ہے جن میں وہ علمائے زمانہ سے منفرد رہے اور یہ عاجز سیالکوٹی باوجود شدت محبت اور ہر علم میں ان سے کمتر ہونے کے ان کے موافق نہیں ہو سکا۔ لِاَنَّ الْحَقَّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اس عاجز کا یہ قصہ حضرت عزیر کے قصے کے مشابہ ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے ان دونوں کو حرف واؤ سے جوڑا ہے سو سال کے بعد حضرت عزیر ؑ کا زندہ ہو جانا۔ اور سو سال تک ان کے کھانے اور پینے کا متغیر نہ ہونا۔ اور سو سال کے مرے ہوئے گدھے کی بوسیدہ ہڈیوں کا حضرت عزیر ؑ کے سامنے بحکم الٰہی بغیر حضرت عزیر کی حرکت قسری کے اپنے اپنے مقام پر جڑ جانا پھر ان پر بحکم خدا گوشت کا پیدا ہو جانا اور حضرت ابراہیم کے مذبوحہ جانوروں کے تازہ ٹکڑوں کا آپس میں بحکم خدا بغیر حضرت ابراہیم کی حرکت قسری کے محض آپ کے بلانے سے کہ اس آواز میں بحکم خدا کی تاثیر تھی۔ (بدلیل يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا) اپنے اپنے موقع پر جڑ جانا اور زندہ ہو جانا ایک ہی بات ہے۔ حضرت عیسیٰ کا مٹی کے جانور بنا کر ان میں پھونک مارنا اور خدا کے حکم سے ان میں جان کا پڑ جانا اور پھر پرواز کرنا اور حضرت موسیٰ کے توشہ کی تلی ہوئی مچھلی کا آب حیات میں بحکم الٰہی زندہ ہو جانا —— اور حضرت مریم کے بطن مبارک میں نفخ جبرئیل سے (جس کو خدا نے اپنا نفخ فرمایا کہ وہ اس کے حکم سے تھا) عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہو جانا۔ اور خشک ستون حنانہ کا آنحضرت ؐ کی جدائی سے ذوی العقول کی طرح رونا اور کلام کرنا (صحیح بخاری و مثنوی روم شریف) یہ سب باتیں خدا کی قدرت خلق حیات کے کرشمے ہیں جو ایک مومن کے لئے موجب زیادت بصیرت ہیں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا ۱۲ منہ (حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) ۲۶؎ شاہ عبد القادر صاحب نے فرمایا یہ تین قصے فرمائے اس پر کہ اللہ آپ ہدایت کرنے والا ہے جس کو چاہے اگر شبہ پڑے تو ساتھ ہی جواب بھیجے۔ اب (باقی بر صفحہ ۱۸)

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ
مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال خدا کی راہ میں جیسے مثال

حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ
ایک دانہ کی جو اگادے سات بالیں ہر بالی میں سو دانہ ہو

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ
اور اللہ دگنا کرتا ہے جس کے لئے چاہے اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے نمبر۲۶۱ وہ لوگ جو

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے (حاضر) مال خدا کی راہ میں كَمَثَلِ حَبَّةٍ مانند مثال اس دانے کی ہے جو (عمدہ قابل زراعت زمین میں ڈالا جائے۔ پھر) اَنْۢبَتَتْ اگادے (وہ دانہ ایک سوئی۔ پھر اس کی جڑیں اور سوئیاں نکلیں حتی کہ ہو جائیں سات ڈنڈیاں ہر ڈنڈی پر ایک خوشہ لگے حتی کہ اس ایک دانے سے سَبْعَ سَنَابِلَ سات خوشے ہو جائیں۔ پھر) فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ہر خوشہ میں ایک سو دانہ ہو (تو ایک دانے کے سات سو دانے ہو جائیں) (اور جیسا کسی کا خلوص زیادہ ہوگا۔ اور خرچ کا موقعہ حسب ضرورت شدید ہوگا) وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اور اللہ کئی گنے بڑھائے گا جس کے لئے مقتضائے اپنے علم کے چاہے گا۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ اور اللہ کشائش والا ہے اس کے خزانے میں کسی قسم کی تنگی نہیں۔ ہاں وہ اس کے ساتھ عَلِيْمٌ علم والا بھی ہے نمبر۲۶۱ کہ ہر ایک کی نیت کو اور موقع خرچ کو اور اس کی استعداد کو جان کر اس کے مطابق سلوک کرتا ہے اور جس طرح دنیوی کھیتی کی محنت اور پھل حاصل کرلینے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کھیتی آفات سے بچی رہے۔ اسی طرح آخرت کے ثواب کے لئے معلوم ہو کہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) آگے پھر جہاد کا مذکور ہے۔ اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا ذکر۔ یہ عاجز کہتا ہے کہ آیت الکرسی سے پہلے کی آیت میں خرچ کرنے کا حکم ہے اور اس سے پہلے لوگوں کے اختلاف اور حق و باطل کی آویزش کا ذکر ہے ۱۲ منہ (حاشیہ صفحہ ہذا) ف ۳۷ یہ تفصیل و کیفیت سورت الفتح کی آخری آیت سے سمجھی جا سکتی ہے جو اسلام کی تدریجی ترقی کی مثال میں مذکور ہے کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یعنی جیسے کھیتی کہ نکالے اپنی سوئی پس مضبوط کرے اس کو دیگر سوئیاں نکال کر پھر وہ (جماؤ) گاڑھا ہو جاوے پس کھڑا ہو جاوے اپنی جڑ پر ۱۲ ف ۳۸ صاحب تفسیر حقانی نے سو کے عدد کو بمعنی کثرت لیا ہے (کیونکہ یہ بطور مثال ذکر کیا گیا ہے) اور کہا ہے کہ یہ (کثرت) روئی اور سرسوں اور باجرے کے خوشے میں بہت ہوتی ہے (باقی بر صفحہ ۱۹)

يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا
خرچ کرتے ہیں　اپنے مال　خدا کی راہ　میں　پھر نہیں پیچھے لگاتے　اس کے جو

أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ
خرچ کیا　احسان　اور نہ　ایذا　واسطے ان کے ہے اجر ان کا　نزدیک ان کے رب کے اور نہیں خوف ہوگا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ ۲۶۲
ان پر　اور نہ وہ　غم　کھائیں گے　۲۶۲

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے کمائے ہوئے مال خدا کی راہ میں ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى پھر نہیں پیچھے لگاتے اس چیز کے جو خرچ کیا احسان اور نہ ایذا یعنی جس کو دیا ہے اس پر احسان نہیں جتاتے اور نہ اس کو طعنہ دیتے ہیں اور نہ اس سے اس کے عوض خدمت لیتے ہیں لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لئے ان کا ثواب مقرر ہے ان کے پروردگار کے پاس جس نے ان کو یہ مال بھی دیا اور پھر اس کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی بخشی اور پھر ان کے دلوں کو مَنّ اور اَذی کی آفت سے سلامت بھی رکھا وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور ان پر کوئی خوف عمل کے ضائع ہونے اور بے ثمر رہنے کا نہیں ہوگا۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ اس بات کا غم کھائیں گے کہ ہمارا خرچ کیا ہوا مال ضائع گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸) اور گندم میں بھی ایسی زمین جس میں غلہ بکثرت پیدا ہوتا ہے ایسی ہی حال ہے ایس مال دانہ ہے اور فی سبیل اللہ زراعت کی زمین ہے اور ایک سوئی کو اُگا کر اس کی سات شاخیں بنانا خدا تعالیٰ کی سات صفات ذاتیہ کے عدد پر ہے اور خوشے بندے پر ان سات صفات کی تجلی ہے اور (سو) دانے بندے ہیں اس تجلی کے آثار ہیں ۱۲ واللہ اعلم باسرار کتابہ ۱۲ منہ ۳۹ھ حسب ضرورت کا فائدہ سورت حدید کے رکوع اول کی آیت سے لیا ہے جیسا کہ فرمایا لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى الآیۃ ۱۲ منہ

ـه حدیث میں فرمایا کہ (مومن) ابن آدم کی ایک نیکی دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھائی جاتی ہے الحدیث متفق علیہ مشکوۃ کتاب الصوم ص ۱۶۵) اور صحیح مسلم کی حدیث سے بحوالہ اس آیت کے ثابت ہے کہ جس کے لئے خدا چاہے سات سو گنے سے بھی زیادہ کردیتا ہے ۱۲ منہ ۴۱ھ حدیث میں فرمایا ابن آدم کی ایک نیکی دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھائی جاتی ہے الحدیث متفق علیہ (مشکوۃ کتاب الصوم ص ۱۶۵) صحیح مسلم کی دوسری حدیث سے بحوالہ اس آیت کے ثابت ہے کہ جس کے لئے خدا چاہے سات سو گنے سے بھی زیادہ کردے ۱۲ منہ

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى

بات نیک　اور معافی　بہتر ہے　اس صدقے سے　کہ پیچھے اس کے　ایذا ہو۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ بات نیک جس میں کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا۔ خواہ محروم سائل کے جواب میں ہو۔ خواہ دیگر موقع پر۔ وَّمَغْفِرَةٌ اور بخشش و معافی جس میں سوائے ضبط نفس اور تحمل کے کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا۔ خواہ محروم سائل کی سخت کلامی پر ہو۔ خواہ دیگر موقع پر۔ خَيْرٌ بہتر ہے مطلقاً مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى اس صدقے سے جس کے پیچھے ہو ایذا۔ کیونکہ مال بھی خرچ کیا اور احسان جتانے اور صدقے کے عوض خدمت لے لینے کی وجہ سے ثواب بھی نہ ملا۔ پس خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ کا معاملہ ہو گیا۔ اور نیک بات جو مشتمل ہو وعظ و تذکیر پر یا حسنِ خطاب پر یا کسی کو نیک مشورہ دیا۔ یا کسی کی نیک سفارش میں زبان ہلائی یا کم از کم کسی کی بدسلوکی یا بدزبانی پر درگذر کیا۔ تو یہ سب امر اخلاقی نیکیاں ہیں۔ جن کا ثواب مفت میں بغیر مال خرچ کرنے کے ملے گا۔ تو یہ اس صدقے سے جو شرائط شرعیہ کے مطابق نہ ہو بہتر ہے۔

[1] قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ اور مَغْفِرَةٌ ہر دو نکرہ ہیں اس لئے ہم نے ہر دو کو عام رکھا ہے۔ بہت سی احادیث بھی اس عموم پر دلالت کرتی ہے۔ جو مشکوٰۃ شریف کے فضل الصدقۃ کے باب میں مذکور ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے جو قول معروف سے مراد سائل کو نرم جواب دینا اور مَغْفِرَةٌ سے اس کی سخت زبانی پر تحمل کرنا بتایا ہے۔ وہ اس عموم میں داخل ہے۔ صاحب تفسیر رحمانی نے مغفرۃ سے قول معروف پر مانگنے والے کی بخشش مراد بتائی ہے واللہ اعلم۔ مسکین وغیرہ کو دینے کے لئے کچھ موجود نہ ہو تو ان سے نرم بات سے پیش آنے کی بابت فرمایا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا (بنی اسرائیل پ ۱۵ رکوع ۳) سبحان اللہ کیا عمدہ اور مکمل تعلیم ہے کہ اگر مالی امداد نہیں کر سکتے تو نرمی سے کلام کرنے سے کیوں باز رہو۔ اسی طرح کسی کی بدسلوکی سے درگذر کرنے کی بابت فرمایا اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ (پ ۶ رکوع اول) [2] منہ مشکوٰۃ شریف کی احادیث باب فضل الصدقۃ میں امور ذیل کو صدقات میں گنا گیا ہے۔ کسی کو[1] نیک بات بتانا۔ بدسلوکی[2] سے باز رہنا۔ دو شخصوں[3] میں عدل کر کے جھگڑا مٹا دینا۔ کسی[4] کا بوجھ اپنے جانور پر مفت لاد لینا۔ کلمہ طیبہ[5] اور دیگر تسبیحات۔ جو قدم[6] نماز کے لئے اٹھایا جائے۔ رستے[7] سے پتھر۔ کانٹا۔ اینٹ روڑا ہٹا دینا۔ خندہ پیشانی[8] سے ملاقات کرنا۔ ملنے[9] پر بشاشت سے مسکرانا۔ اپنے[10] ڈول میں سے دوسرے کے برتن میں پانی ڈال دینا۔ امر بالمعروف[11] اور نہی عن المنکر[12] کرنا۔ گم[13] رستے پر کسی کو رستہ بتا دینا۔ ضعیف البصر[14] کو رستہ پر لگا دینا یا اس کے مطلب کی چیز دیکھ بھال کر اس کی مدد کرنا۔ یہ سب اور اس قسم کے دیگر نیکی کے کام سب صدقات میں داخل ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ۔ الحدیث رواہ احمد والترمذی (مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۹) یعنی ہر نیکی صدقہ ہے۔ ۱۲ منہ

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا

اور اللہ تعالیٰ بے پرواہے تحمل والا ۲۶۳ اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ باطل کرو

صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ

اپنے صدقے ساتھ احسان جتانے اور ایذا پہنچانے کے مانند اس شخص کی جو خرچ کرتا ہے اپنا مال واسطے

النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ

دکھانے لوگوں کے اور نہیں ایمان رکھتا اللہ پر اور دن پچھلے پر پس اس کی مثال

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ اور اللہ تعالیٰ سب سے بے پرواہے اور تم کو انسان ہو کر ایک دوسرے کی حاجت ہے باوجود اس کے اللہ تعالیٰ حَلِيمٌ ۝ ۲۶۳ تحمل والا بھی ہے۔ پس لازم ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی بات کی برداشت کرو اور خدا کی رضا کے لئے نہ مطلب پرستی کے لئے اچھے معاملات اور اچھی گفتار اور اچھی عادات اختیار کرو۔ سو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے ایمان کا مقتضا یہ ہے کہ لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى مت باطل کرو اپنے صدقوں کو احسان جتانے سے اور ایذا پہنچانے سے كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے[۲۶۴] کے لئے خرچ کرتا ہے۔ گویا کہ وہ اس عمل کی جزا لوگوں سے چاہتا ہے وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ اور نہیں ایمان رکھتا اللہ تعالیٰ پر کہ اس کی رضا کے لئے خرچ کرے اور اس سے جزا پائے وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور نہ پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے جو دار الجزاء ہے اور اس کے بعد عمل کے لئے کوئی دن نہیں ہے فَمَثَلُهٗ پس اس ریاکار کی مثال۔

۲۶۴ ریاکاری کی مذمت میں بہت سی آیات و احادیث ہیں اور اسے شرک خفی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ کہف کے اخیر میں فرمایا فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ یعنی جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید یا ڈر رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے۔ اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ گردانے۔ نیز حدیث میں فرمایا اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَآءِ شِرْكٌ الحدیث رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان (مشکوۃ باب الریاء ص ۴۴۷) یعنی تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے ۱۲ منہ اللھم اغفر لکاتبہ ولوالدیہ ولمن سعی فیہ

كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ

مانند مثال | صاف پتھر کی ہے جس کے اوپر مٹی پڑی ہو | پس پہنچے اس کو موٹا مینہ | پس چھوڑے اس کو

صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا

بالکل صاف کر کے | نہیں قدرت رکھتے | کسی شے پر | اپنی کمائی میں سے | اور اللہ تعالےٰ انہیں

يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ ۲۶۴

راہ دکھاتا | ایسے | کافر | لوگوں کو ۲۶۴

كَمَثَلِ صَفْوَانٍ مانند مثال اس شخص منہ کی ہے جو اپنا دانہ کسی صاف پتھر (سل) پر بوئے عَلَيْهِ تُرَابٌ جس پر مٹی خاک اور دھول کی صورت میں پڑی ہو فَأَصَابَهُ پس اس پتھر پر موٹا مینہ پڑے فَتَرَكَهُ صَلْدًا تو وہ مینہ اس مٹی کو بہالے جاوے اور چھوڑ دے اس پتھر کو صاف کر کے۔ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا نہیں قدرت رکھتے اس طرح پر بیج بونے والے اور ریا کرنے والے کسی شے پر اپنی کمائی میں سے یعنی جس طرح ایسی زراعت کی محنت اور خرچ ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ریاکاری سے خرچ کرنے والا ثواب سے محروم رہے گا۔ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ اور اللہ تعالےٰ جو ہر شے سے بے نیاز ہے اپنی سنت اور قانون شرع کی رو سے ایسے کافر لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ بلکہ صرف ان لوگوں کی راہ نمائی کرتا ہے جو خالص نیت سے اس کے قانون شرعی کے مطابق جائز محل پر خرچ کرتے ہیں۔

ف ۲۶۴

شخص کا لفظ مقدر مانا ہے۔ تاکہ ممثل اور ممثل بہ میں مطابقت رہے۔ تفسیر رحمانی میں اسی طرح پر تفسیر کی گئی ہے ۱۲ منہ

ف ۲۶۴

امام بغوی رحہ نے تفسیر معالم میں باسناد خود حضرت محمود بن لبید رضہ سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر شرک اصغر کا ہے۔ صحابہ رضہ نے عرض کیا حضور (صلعم) شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ریاکاری، قیامت کے دن جب بندوں کو ان کے عملوں کی جزائیں ملنے لگیں گی تو حق تعالےٰ ان کو فرمائے گا تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے لئے تم دکھاوا کرتے تھے الحدیث ۱۲ منہ

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ

اور مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال واسطے چاہنے خدا کی

اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا

رضامندی کے اور (واسطے) تسکین اپنی کے جیسے مثال ایک باغ کی جو بلند جگہ پر ہو پڑے اس پر

وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ

موٹا مینہ پس دیوے وہ اپنا پھل دوگنا پس اگر اس (باغ) پر موٹا مینہ نہ پڑے

وَاور ان ریاکاروں کے مقابلہ میں مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال جو انہوں نے کمائے ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ واسطے چاہنے خدا تعالیٰ کی رضامندی کے کہ اس نے ان کو صحت بدن اور سلامتی اعضاء عطا کی اور ان کی کمائی میں برکت بخشی وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اور واسطے اپنے نفسوں کی تسکین کے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے دل کو تسکین ہوتی ہے اور افسوس وحسرت نہیں ہوتی. لیکن نفسانی اور شیطانی کاموں میں خرچ کرنے سے اگرچہ وقتی خوشی ہو جاتی ہے لیکن آخرکار دل بیقرار اور بیچین ہو جاتا ہے اور حسرت وافسوس لاحق ہو جاتا ہے كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ مانند مثال باغ لگانے والے کی ہے اونچی زمین میں جہاں اس کو ہمیشہ صاف ہوا پہنچتی ہے اور حد ضرورت تک پانی جذب ہو کر فالتو پانی بہ جاتا ہے۔ اور پودوں کا نشوونما درست طور پر ہوتا ہے فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ پس وہ باغ زمین کی عمدگی اور حد ضرورت کی سیرابی اور ہوا کی تازگی کے سبب دوگنا پھل دیتا ہے فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ اور اگر اس پر زور کی بارش نہ بھی ہو تو اسے شبنم ہی کافی ہوتی ہے۔

۵ؔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مثال اس ہدایت وعلم کی جس کے ساتھ خدا نے مجھ کو مبعوث کیا ہے مانند کثیر بارش کی ہے جو کسی (قطعہ) زمین پر برسے پس اس میں سے بعض قطعہ طیب ہے کہ پانی کو قبول کر لیوے اور سبز گھاس اور خشک چارہ کثرت سے اگائے اور اس میں سے بعض قطعے سخت (اور) گہرے ہیں کہ پانی کو روک لیتے ہیں پس خدا تعالیٰ ان سے لوگوں کو فائدہ دیتا ہے اس میں سے خود بھی پیتے ہیں اور اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں اور کھیتی کو بھی سینچتے ہیں اور جو بارش کسی ایسے قطعہ زمین پر بھی پڑتی ہے جو چٹیل میدان ہے۔ نہ تو پانی کو روکے اور نہ گھاس اگائے پس یہ مثال اس کی ہے جو خدا کے دین میں فقاہت (گہری سمجھ) حاصل کرے پس اس کو نفع دیوے وہ علم وہدایت جس کے ساتھ خدا نے مجھ کو مبعوث کیا پس اس نے وہ علم پڑھا اور لوگوں کو سکھایا اور مثال اس شخص کی کہ اس نے اس (علم وہدایت) کے لئے سر تک نہ اٹھایا اور خدا کی اس ہدایت کو قبول نہ کیا جس کے ساتھ اس نے مجھ کو بھیجا (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۰ باب الاعتصام بالکتاب)

فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ

تو شبنم ہی کفایت کرے) اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے ۲۶ کیا چاہتا ہے ایک تمہارا کہ ہو اس کے لئے

جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْھٰرُ ۙ لَہٗ

باغ کھجوروں سے اور انگوروں سے کہ چلتی ہوں اس کے نیچے سے نہریں واسطے اسکے

فِیْہَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَہُ الْکِبَرُ وَلَہٗ ذُرِّیَّۃٌ ضُعَفَآءُ

اس میں سب قسم کے میووں سے ہے اور پہنچے اس کو بڑھاپا اور واسطے اس کے ہو اولاد ناتواں

صلے فَاَصَابَہَآ اِعْصَارٌ فِیْہِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ

تب پڑے اس پر بگولا جس میں آگ ہے پس جل جاوے وہ (باغ) اسی طرح خدا بیان کرتا ہے

وَاللّٰہُ اور اللہ تعالیٰ جو جامع جمیع صفات کمال ہے بِمَا تَعْمَلُوْنَ ہر اس عمل کو جو تم کرتے ہو بَصِیْرٌ دیکھتا ہے۔ اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ کیا چاہتا ہے ایک تمہارا اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ کہ ہو اس کا کوئی باغ کھجوروں کا اور انگوروں کا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْھٰرُ چلتی ہوں اس کے نیچے سے نہریں میٹھے پانی کی لَہٗ فِیْہَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ اس شخص کے لئے اس باغ میں ہر قسم کے پھلوں سے کچھ کچھ موجود ہوں وَ اور اس شخص کی اپنی حالت یہ ہو کہ اَصَابَہُ الْکِبَرُ پہنچ گیا ہو بڑھاپا کہ خود کام کاج یا اس باغ کی دیکھ بھال کے لائق نہ رہا ہو۔ وَ اور اس بڑھاپے میں لَہٗ ذُرِّیَّۃٌ اس کی اولاد جوان و توانا نہ ہو بلکہ ضُعَفَآءُ ضعیف و ناتوان ہو کہ بڑھاپے میں باپ کا سہارا نہ بن سکتی ہو اور اس کی نیابت میں اس کے امور کو سرانجام نہ دے سکتی ہو فَ پس ایسی حالت میں اَصَابَہَآ اِعْصَارٌ آ اس باغ پر تند آندھی کا بگولا پڑے فِیْہِ نَارٌ جس میں آگ ہو فَاحْتَرَقَتْ پس وہ باغ اس بگولے کی آگ سے یکایک جل جائے کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سمجھانے

۲۶ تفسیر رحمانی میں کہا کہ کھجور اور انگور کے باغ مثال ہیں مراتب شریفہ کی اور ان میں نہروں کا جاری ہونا مثال ہے معارف وغیرہ کی زینت سے شرف و فضیلت کی زیادتی کی۔ اور بڑھاپا مثال ہے درجات عالیہ کے حاصل کرنے سے عاجزی و ناتوانی کی اور ضعف اولاد مثال ہے شدت احتیاج کی جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور بگولا مثال ہے احسان جتلانے اور صدقہ کے عوض خدمت لینے کی اور آگ مثال ہے غضب الٰہی کی (اعاذنا اللہ منہا) ۱۲ منہ

اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا

تمہارے لئے آیتیں تاکہ تم فکر کرو اے ایماندارو!

اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ

خرچ کرو (راہ خدا میں) پاکیزہ چیزوں سے جو تم نے کمائیں اور ان میں سے جو ہم نے پیدا کیں تمہارے لئے

مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ

زمین میں سے اور نہ قصد کرو (مال) حرام کا کہ خاص اسی میں سے خرچ کرو حالانکہ

لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ

تم خود اس کو نہیں لیتے مگر یہ کہ چشم پوشی کرو اس میں اور یقین جانو کہ بیشک اللہ تعالیٰ

کے لئے محسوس مثالوں میں اپنے شرعی احکام کو بیان کرتا ہے لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ تاکہ تم صورت حال اور انجام کار میں سوچ بچار کر کے نصیحت اختیار کرو اور مال کے رائگاں وضائع جانے اور اس کا اجر و ثواب خدا کے ہاں بطور ذخیرہ جمع رہنے میں تمیز کرو۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایماندارو! کان کھول کر سنو کہ اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ تم خرچ کرو طیب چیزوں سے جو تم نے اپنی محنت یعنی تجارت یا زراعت یا دستکاری یا جائز ملازمت سے کمائیں وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اور ان میں سے بھی جو ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے تمہاری روزی اور استعمال کے لئے زمین سے پیدا کیں جن میں تمہارا دخل صرف کام کرنے کا ہوتا ہے۔ مثلاً سبزی ترکاری، غلہ جات، میوہ جات اور معدنیات وغیرہ اور اگر تمہارے قصد و ارادہ کے بغیر خبیث مال خرچ ہو جائے یا مخلوط ہو جائے تو قبولیت کی امید ہو سکتی ہے لیکن لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ قصد نہ کرو (راہ خدا میں) خبیث مال کے خرچ کرنے کا کہ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ خاص اسی میں سے خرچ کرو وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ؎ اور تمہارا اپنا یہ حال ہے کہ تم اس خبیث مال کو ہرگز لینے والے نہیں ہو اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ مگر اس صورت میں کہ اپنی ضرورت سے یا رواداری سے تم اس میں چشم پوشی کرو وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ اور اپنے مقابلہ میں یقین جانو کہ بے شک اللہ تعالیٰ

؎ جیسے کہ بعض لوگ بنکوں کا سود خود تو نہیں کھاتے لیکن زکوٰۃ یا عام خیرات میں یا مساجد کے غسل خانوں یا حجروں کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں۔ یہ سب کام نیکی کے ہیں اور موجب ثواب آخرت لیکن ان میں خالص حلال و طیب مال خرچ کرنا چاہیئے۔ منہ

غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۲۶۷

بے پرواہ ہے تعریف کے قابل شیطان ڈراتا ہے تم کو محتاجی سے اور حکم کرتا ہے تم کو بےحیائیوں کا

وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ ۲۶۸

اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو بخشش کا اپنے پاس سے اور فضل کا اور اللہ گنجائش والا علم والا ہے۔

یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ

دیتا ہے سمجھ جس کو چاہے اور جس کو دی گئی سمجھ پس وہ دیا گیا

خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ۲۶۹

بھلائی بہت اور نہیں نصیحت پکڑتے مگر صاحبان مغز ۲۶۹

غنی مطلق ہے۔ اس کو کسی چیز کی حاجت اور کسی شخص کی پرواہ نہیں اور علاوہ اس کے خبیث مال اس کی شان کے لائق بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ حَمِیْدٌ ذاتی طور پر ہر جہت سے قابل تعریف ہے ۲۶۷۔ نیکی میں خرچ کرنے کے متعلق اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے کہ اگر خرچ کر ڈالو گے تو بیوی بال بچوں کی ضرورت کے وقت کیا کرو گے۔ اور اس کے برخلاف یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ حکم کرتا ہے تم کو بےحیائیوں کا۔ کہ گناہ اور فسق و فجور کے کاموں میں خرچ کرنے کے وقت شیخی و نمود اور عیش پرستی پر ابھارتا ہے کہ ان کاموں میں خرچ نہ کیا تو مالداری سے کیا حاصل وَاللّٰہُ اور شیطان کے مقابلہ میں خدائے عزوجل گناہوں کے کاموں سے ہاتھ روک کر نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے پر یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ تم سے وعدہ کرتا ہے اور اس کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ گناہوں کی بخشش کا اپنے پاس سے اگر تم نے گناہ کے کاموں میں خرچ کرنے سے پرہیز کی۔ علاوہ اس کے وعدہ کرتا ہے فَضْلًا ؕ اپنے فضل و کرم کا بھی جبکہ تم نے طاعت کے کاموں میں خرچ کیا۔ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ اور اللہ تعالیٰ صاحب وسعت ہے کہ فرمانبرداروں پر فضل و کرم کرنے سے اس کے خزانوں میں کمی نہیں آتی ۲۶۸ اور ہر ایک کی نیت اور شوق ثواب میں دلی رغبت و ہمت سے عَلِیْمٌ پورا واقف ہے پس اسی کے مطابق ہر ایک کو جزا دیگا اور اس کے باطنی فضلوں میں سے ہے کہ یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ دیتا ہے موقع و محل پر خرچ کرنے کی سمجھ جس کو چاہتا ہے اور جس کو لائق فضل جانتا ہے ۲۶۹ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ اور جس کسی کو دی گئی حکمت و دانائی اور موقع محل کی شناخت پس وہ دیا گیا خیر کثیر جو جامع ہے دینی اور دنیوی برکات کی وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

(حاشیہ بر صفحہ ۲۷ ملاحظہ ہو)

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ

اور جو خرچ کرو تم کچھ خرچ کرنا اور یا منت مانو تم کوئی منت پس بے شک خدا اس کو جانتا ہے

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۲۷۰ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ

اور نہیں ہے واسطے ظالموں کے کوئی مددگار ۲۷۰ اگر تم ظاہر کرکے دو صدقے

فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

تو وہ بھی اچھے ہیں اور اگر چھپاؤ تم ان کو اور دو تم وہ محتاجوں کو پس وہ بہت بہتر ہے تمہارے لئے

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اور جو تم خرچ کرو کچھ بھی خرچ کرنا تھوڑا یا بہت۔ طیب یا خبیث، شیطانی کاموں میں یا رحمانی کاموں میں اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ یا بغیر ایجاب شرع کے تم از خود منت مان کر تم اپنے اوپر واجب گردان لو فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ تو بلاشبہ خدا تعالیٰ اسے ہر حال میں اور ہر کیف سے جانتا ہے پس اسی کے مطابق تم کو جزا دے گا وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اور واسطے ظالموں کے جو خدا کے حکم کے خلاف عمل کریں کوئی مددگار نہیں ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ اگر تم بغیر ریاکاری کے مجلس میں علانیہ صدقات ادا کرو اس خیال سے کہ دوسرے لوگوں کو بھی رغبت ہو فَنِعِمَّا هِيَ ۚ تو وہ صدقات بھی اپنی حد میں اچھے ہیں۔ کہ اس طور پر محتاج کو کچھ زیادہ حاصل ہو جائے گا وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ اور اگر چھپاؤ تم ان کو یعنی خفیہ طور پر کسی محتاج کے ہاتھ میں دیدو کہ اس کی فضیحت نہ ہو اور دو تم وہ صدقے محتاجوں کو یعنی برمحل خرچ کرو فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ تو وہ بہت بہتر ہے تمہارے لئے کیونکہ اس میں ریاکاری سے پرہیز ہے۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ سابقہ) ۵ آنحضرت نے فرمایا لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ الحدیث یعنی اللہ تعالیٰ سوائے پاک مال کے قبول نہیں کرتا ۱۲ مشکوٰۃ نیز فرمایا لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةً بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَّلَا صَدَقَةً مِّنْ غُلُوْلٍ (ترمذی) یعنی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا نماز بغیر طہارت کے اور نہ صدقہ خیانت کے مال سے ۱۲ منہ ۶ حدیث صحیح بخاری میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے جب سے زمین آسمان کو پیدا کیا تب سے دن رات کھلے ہاتھوں سے بخشش کر رہا ہے لیکن اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئی داو کما قال) ۱۲ منہ ۷ لائق فضل الخ جیسا کہ سورت ہود پارہ گیارہ کے شروع پر فرمایا وَيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ یعنی دے گا اللہ ہر صاحب فضیلت کو فضل اپنا یا فضیلت جو اس کے لائق ہو گی ۱۲ منہ

وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ ۲۷۱

اور دور کر دے گا (خدا) تم سے تمہاری بعض برائیاں اور خدا تعالےٰ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے ۲۷۱

لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۗ

نہیں ہے آپ کے ذمے اُن کو ہدایت پر لے آنا لیکن خدا ہدایت پر لاتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا

اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو نیک مال سے پس (وہ) تمہارے اپنے ہی لئے ہے اور تم نہیں خرچ کرتے مگر واسطے

ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ

چاہنے خدا کی ذات کے اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو نیک مال سے وہ تم کو پورا پورا دیا جائے گا۔

وَ اور بوجہ محتاجوں کی عار پر پردہ ڈالنے کے يُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمْ خدا تعالےٰ تمہاری بعض برائیوں پر جو صدقا
کے سبب معاف ہو جاتی ہیں پردہ ڈال دے گا اور تمہیں فضیحت سے بچائے گا کہ سخی کی برائیوں پر پردہ ڈالا
جاتا ہے وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ ۲۷۱ اور خدا تعالیٰ ہر اس عمل کی حقیقت سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے ۲۷۱ اے
ہمارے پیارے نبی! لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ آپ کے ذمے ان کو ہدایت پر لے آنا نہیں بلکہ صرف راہ حق
کی طرف راہنمائی کرنا ہے وَلَٰكِنَّ اللَّهَ لیکن اللہ تعالےٰ اپنی سنتِ مستمرہ کے مطابق کہ وہ اسباب کے بعد
اشیا کو بسبیل اختیار نہ بسبیل وجوب پیدا کیا کرتا ہے آپ کے بیان کے بعد يَهْدِي مَن يَشَاءُ ہدایت پر لے
آتا ہے جسے چاہتا ہے اس کے دل میں ہدایت پیدا کر کے وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ اور تم اے مومنو اپنے نیک مال میں سے
جو کچھ بھی راہ مولا میں خرچ کرو گے صدقات کی قسم سے یا صلہ رحمی کے طور پر یا دیگر وجوہ خیر کی قسموں سے ہو فَلِأَنفُسِكُمْ
پس آخر کار وہ تمہاری ہی جانوں کے فائدے کے لئے ہے اگرچہ محتاج و مسکین جس پر تم مال خرچ کرتے ہو اس کی دنیوی
ضرورتیں پوری ہو کر فی الوقت اس کو بھی فائدہ پہنچتا ہے لیکن وہ فانی ہے اور اس کا اجر و ثواب جو تم کو ملے گا وہ دائمی و
ابدی ہے اور اس سے تم ہی فائدہ حاصل کرو گے وَ اور اے مخلص مسلمانو! تم جو ہمارے رسول برحق کی راہنمائی سے ہدایت
پر آچکے ہو ریاکاری، من اور اذی سے بچتے ہوئے مَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ تم تو خرچ کرتے ہی نہیں مگر واسطے
چاہنے ذات خداوندی کے۔ جو سب مطالب و مقاصد سے اعلیٰ ہے اور نعمائے جنت وغیرہ سب کچھ اس کی علامتیں اور

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ

اور تم پر (کسی طرح کا) ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ۲۷۲ واسطے ان محتاجوں کے جو بند پڑے ہیں خدا کی راہ

اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ

میں نہیں طاقت رکھتے چلنے کی زمین میں گمان کرتا ہے ان کو

الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ

ناواقف دولتمند بوجہ بے سوالی کے پہچانتے ہو تم آپ ان کو انکے چہروں سے

اثرات وثمرات ہیں۔ اور اس طریق سے مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ تم جو کچھ اپنے نیک مال میں سے خرچ کرو گے اس کا ثواب يُوَفَّ اِلَيْكُمْ حسب وعدہ تم کو پورا پورا دیا جائے گا۔ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ ۲۷۱ اور تم پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جائے گا کہ تمہارے اخلاص بھرے نفقات کو بے وجہ رائگاں گنوایا جائے۔ صدقات وخیرات لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ان محتاجوں کے لئے ہیں جو بند پڑے ہیں خدا کی راہ میں۔ جہاد کے لئے یا علم کی طلب کے لئے لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ وہ اس وجہ سے طلب معاش کے لئے زمین میں سفر نہیں کر سکتے۔ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ جو شخص ان کے احوال وحاجات سے واقف نہیں وہ ان کو دولتمند خیال کرتا ہے مِنَ التَّعَفُّفِ بوجہ بے سوالی کے تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ تم ان کو لیکن جو غور سے دیکھا جائے تو ان کی پیشانی سے فقر و محتاجی کے آثار تم پہچان سکو گے لیکن عام نظر سے نہیں کیونکہ وہ۔

۵۱ شاہ عبد القادر صاحب نے اس آیت پر لکھا ہے "یعنی بڑا ثواب ہے ان کو دینا جو اللہ کی راہ میں اٹک گئے ہیں۔ کما نہیں سکتے اور اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے حضرت کے اصحاب تھے اہل صفہ۔ گھر بار چھوڑ کر حضرت کی صحبت پکڑی تھی علم سیکھنے کو اور جہاد کرنے کو۔ اسی طرح جو کوئی اب بھی حفظ کرے قرآن کو یا علم دین میں مشغول ہو لوگوں کو لازم ہے کہ ان کی مدد کریں ۱۲ منہ میں عاجز ابراہیم سیالکوٹی کہتا ہوں کہ میں نے اپنے کانوں سے مولنا عبد العزیز صاحب مرحوم رحیم آبادی کو کہتے سنا کہ مولنا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی رحمہ کی جماعت جو پہاڑوں میں پناہ گزین ہے اور وہ برابر نصاریٰ سے جہاد کرتے رہتے ہیں اور ان کے کمانے کی کوئی سبیل نہیں اس آیت میں داخل ہے اور اب جہاد کشمیر میں وہی لوگ مولوی فضل آلہی صاحب وزیر آبادی کی امارت کے ماتحت برابر کفار ہند سے جنگ کر رہے ہیں اللّٰهم ايدهم بنصرك العزيز ۱۲ منہ نوٹ: جب یہ تفسیر لکھی جا رہی تھی جنگ ہو رہی تھی گو اب جنگ ختم ہو چکی ہے اور مولانا بھی انتقال فرما چکے ہیں ۱۲ خادم

لَا يَسْـَٔلُونَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ

نہیں مانگتے لوگوں سے لپٹ کر اور جو کچھ تم خرچ کرو نیک مال میں سے پس اللہ

اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ

اس کو خوب جانتا ہے ۲۷۳ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال رات کو بھی اور

۳۷ ع ۳۷ ھا

النَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ

دن کو بھی پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی پس واسطے انکے ہے اجر ان کا پاس ان کے رب کے اور نہیں کوئی خوف

وقف منزل

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ ۲۷۴

اوپر ان کے اور نہ وہ غم کھائیں گے ۲۷۴

۳۷ ع الربع

لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا نہیں سوال کرتے لوگوں سے لپٹ کر وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ اور تم اپنے مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کرو تھوڑا ہو یا بہت، پوشیدہ ہو یا علانیہ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ پس تحقیق خدا تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے ۲۷۳ کیونکہ وہ علیم کل ہے پس اسی علم کے مطابق تم کو جزا دے گا۔ صدقات مفروضہ کے سوا دیگر عام صدقات اوقات و احوال سے مختص نہیں ہیں چنانچہ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال راہ اللہ کی راہ میں حسب موقع بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ رات کو بھی اور دن کو بھی اور حسب حال سِرًّا پوشیدہ طور پر ریا کاری سے بچنے کے لئے وَّعَلَانِيَةً اور علانیہ بھی دوسروں کو ترغیب دینے کے لئے ان شرائط سے جو خدا کے نزدیک قبولیت صدقہ کے لئے معتبر ہیں فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ تو ان کے لئے ان کا اجر ہے جس کا ان سے وعدہ ہے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس ثابت ہے جس نے ان کو اپنی ربوبیت سے وہ مال عنایت کیا اور پھر اسے نیک جگہوں میں خرچ کرنے کی توفیق بخشی دا اور مزید برآں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ان پر نہ تو کوئی آفت پڑنے کا ڈر ہوگا اگرچہ روز قیامت سخت ہولناک ہوگا وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

ف ۵۲ حدیث میں فرمایا کہ کوئی شخص رسی لیکر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر بیچے اور اپنے چہرے کو ذلت سوال سے بچا دے) وہ اس کے لئے بہتر ہے اس بات سے کہ لوگوں سے کچھ مانگے پھر اس کو کوئی دیوے یا نہ دیوے (معالم) نیز فرمایا جو شخص لوگوں سے مانگتا ہے درانحالیکہ اس کے پاس اتنا موجود ہے کہ اُسے غنی کرتا ہے تو وہ بروز قیامت منہ چھیلا ہوا ہو کر پیش ہوگا اور اس کا سوال اس کے چہرے سے نمایاں ہوگا۔ صحابہ نے پوچھا حضور کتنی مقدار غنی کر دیتی ہے آپ نے فرمایا پچاس درہم یا ان کی قیمت کا سونا ۲۷۴ (معالم)

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ

جو لوگ کھاتے ہیں بیاج وہ نہیں اٹھیں گے (قبروں سے) مگر جس طرح اٹھتا ہے

الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ

وہ جس کو مخبوط الحواس کردیا ہو جن نے آسیب سے یہ اس سبب سے ہوگا کہ انہوں

قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ

وقف لازم

نے کہا سوائے اس کے نہیں کہ بیع مثل سود کے ہے ۔ حالانکہ حلال کی ہے اللہ نے بیع اور حرام کیا ہے

اور نہ وہ کسی قسم کا غم کھائیں گے ۵۲ کہ ہمارا خرچ کرنا رائیگاں گیا۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ سے نیک جزا پاکر خوش ہوں گے ان خیرات کرنے والوں کے مقابلہ میں اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا جو لوگ سود کھاتے اور غریبوں کا خون چوس چوس کر اپنی توند بڑھاتے ہیں لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ نہیں اٹھیں گے قبروں سے مگر جس طرح اٹھتا ہے سرگرداں ہو کر وہ جس کو مخبوط الحواس کردیا ہو جن نے آسیب سے ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ یہ اس سبب سے ہوگا کہ انہوں نے عقل کی پریشانی اور سر کی گرانی کی وجہ سے کہا سوائے اس کے نہیں کہ بیع مثل ربٰو کے ہے۔ کہنا یہ چاہیئے تھا کہ ربٰوا مثل بیع کی ہے تاکہ بیع مقیس علیہ بنتی جس میں نزاع نہیں ہے لیکن انہوں نے ربٰو کو مقیس علیہ بنایا جو زیر نزاع ہے یہ ان کی حواس باختگی ہے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ اور حال یہ ہے کہ حلال کی خدا نے بیع ۵۳ یعنی شریعت میں قیمت نقد یا ادھار پر جنس لینے دینے کی اجازت دی۔ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ اور حرام کیا سود کو۔ یعنی اس کی بندش کی ۵۴۔

۵۳ بیع کئی طرح پر ہے اول یہ کہ ایک طرف قیمت نقد ہو یا ادھار کا اقرار ہو اور دوسری طرف جنس ہو یہ مروجہ عام ہے اور حلال ہے۔ باقی اقسام حدیث میں مذکور ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے دیکھو مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتاب البیوع ۱۲ منہ ۵۴ سود یہ ہے کہ کسی کو قرض دیا اور اس پر اصل سے بڑھ کر کچھ اور زائد لیا یہ زیادتی بلا عوض ہے اور حرام ہے چنانچہ حدیث میں ہے کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَۃً فَھُوَ رِبًا الحدیث (کنز الحقائق) یعنی ہر قرض جس پر نفع لیا جائے وہ نفع سود ہے ۱۲ قرض کو شریعت نے احسان کے بدلے میں رکھا ہے جس کا عوض خدا تعالیٰ دے گا چنانچہ حدیث میں ہے کُلُّ قَرْضٍ صَدَقَۃٌ (طب) کما فی کنز الحقائق) یعنی ہر قرض صدقہ ہے ۱۲۔ سود شریعت موسوی میں بھی حرام تھا لیکن یہود نے لینا شروع کردیا خدا تعالیٰ نے ان پر لعنت کی (پ۶ رکوع دوم) حدیث شریف میں فرمایا سود کی ستر جزیں ہیں ہلکی یہ ہے کہ کوئی اپنی ماں سے برا کام کرے۔ نیز فرمایا جان بوجھ کر بیاج کھانا چھتیس دفعہ کی زناکاری سے بھی زیادہ سخت ہے مشکوٰۃ ص ۲۴۶

الرِّبٰوا ۘ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا

سود پس جس کو آگئی نصیحت اس کے رب کی طرف سے پس وہ باز آگیا تو اسی کے لئے

سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

ہے جو وہ پہلے لے چکا۔ اور معاملہ اس کا سپرد خدا ہے اور جو پھر کرے گا پس وہ لوگ دوزخ والے

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى

ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے بے برکت کرتا ہے اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے۔

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ پس جس کے پاس نبی وقت یا اس کے کسی خلیفہ کے ذریعہ آپہنچی نصیحت جو اس کے رب کی طرف سے نازل شدہ ہے جو اس کی تربیت کا کفیل ہے یعنی اس کو اس کے پروردگار کا یہ حکم پہنچ گیا کہ سود حرام ہے فَانْتَهٰى پس وہ اس سے باز آگیا فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ تو دنیوی فیصلہ اسی کے لئے ہے جو وہ اس حکم کے پہنچنے سے پہلے لے چکا یعنی وصول شدہ سودی رقم اس سے واپس نہ لی جائے ۔ اور آخرت میں اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اس کا معاملہ سپرد خدا ہے۔ چاہے اسے معاف کیے چاہے عذاب کرے وَمَنْ عَادَ اور جو پھر کرے یعنی حکم پہنچ جانے کے بعد بھی سود لے فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ پس وہ لوگ دوزخ والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے[۲۵] کیونکہ انہوں نے اپنے قیاس فاسد سے نصّ خدا کو رد کر دیا۔ اور یہ کفر ہے اور اس سے توبہ نہ کی بلکہ اس پر اصرار کرتے رہے اور اسی حالت میں مر گئے اور کفر کی سزا دائمی دوزخ ہے۔ آخرت ہی کی جزا پر موقوف نہیں بلکہ دنیا میں بھی يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا اللہ تعالیٰ سود کے معاملہ اور مال کو بے برکت کرتا ہے اگرچہ تم کو بڑھتا نظر آتا ہے[۵۵]۔ اول تو اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اس میں سے صدقہ قبول نہیں کرتا[۵۶]۔ پھر یہ کہ آخر کار اس پر ہلاکت بھیجتا ہے جس طرح کہ واقعات ہو رہے ہیں ۔ اور اس کے مقابلہ میں يُرْبِى الصَّدَقٰتِ بڑھاتا ہے صدقوں کو اگرچہ تم کو مجموعہ کم ہوتا نظر آتا ہے[۵۷]۔

[۵۵] جیسا کہ سورت روم پ۲۱ ع میں فرمایا وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الآیۃ جو تم بیاج دیتے ہو کہ اس سے لوگوں کے مال میں زیادتی ہو تو وہ خدا کے نزدیک زیادہ نہیں ہوتا ایسا ہی حدیث شریف میں ہے اِنَّ الرِّبٰوا وَاِنْ كَثُرَ الحدیث یعنی بیاج اگرچہ دلظاہر بڑھتا ہے لیکن اس کا انجام قلت کی طرف جاتا ہے ۱۲ (مشکوۃ ص۲۴۶) [۵۶] جیسا کہ حدیث میں ہے لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالَ حَرَامٍ الخ (مشکوۃ ص۲۳۲) یعنی نہیں کماتا کوئی بندہ مال حرام پس اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوگا۔ اسی طرح اسی رکوع کے حواشی میں نوٹ ــــ میں بھی ایک حدیث گذر چکی ہے ۱۲ منہ [۵۷] جیسا کہ فرمایا ما عندکم ینفد و ما عند اللہ باق (باقی بر ص۳۳)

الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ

صدقوں کو اور اللہ نہیں دوست رکھتا ہر کفر کرنے والے گناہ پیشہ کو تحقیق

اول اس لئے کہ خدا تعالے قیامت کے دن اس پر اضعافاً مضاعفہ جزا عطا کرے گا اور دنیا کا مال جو آخر کار یہیں رہ جانے والا ہے صدقہ کی صورت میں اس کے عوض میں جنت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں جو حیثیت میں بھی دنیا کی چیزوں سے برتر ہیں بخشیگا[۵۸]۔ دوم اس لئے کہ خدا کے فرشتے اور شکستہ حال مساکین اور دیگر لوگ جن میں بعض صلحاء اور علماء بھی ہوتے ہیں سخی کے مال میں برکت ہونے کی دعا مانگتے ہیں[۵۹]۔ اور خدا تعالے اپنے فضل سے ان نوری اور صالح لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ اور اللہ تعالیٰ جو جامع جمال وجلال ہے بوجہ اپنی غیرت کے نہیں دوست رکھتا ہر کافر نعمت گناہ پیشہ کو[۲۷۶] اور خدا تعالے صدقہ کرنے سے مال میں اس لئے برکت کرتا ہے کہ وہ نتیجہ ہے ایمان اور اعمال صالحہ کا کیونکہ مومن نے اپنے نفس اور مال کی محبت پر خدا کی جانب کو ترجیح دی پس یقین کر لو کہ۔

(بقیہ حاشیہ ص ۳۶) وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (روم پ ۲۱ ع ۴) یعنی تم جو خدا کی رضامندی چاہتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہو تو وہی (زکوٰۃ دینے والے) لوگ دگنا تگنا کرنے والے ہیں نیز فرمایا وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ (سبا پ ۲۲ ع ۵) یعنی تم جو کچھ خرچ کرتے ہو تو خدا تعالیٰ اس کا عوض دیدیتا ہے ۱۲ نیز حدیث شریف میں فرمایا مَآ اَنْفَقَ الْمُؤْمِنُ مِنْ نَّفَقَةٍ الحدیث (تفسیر معالم زیر آیت ہذا) یعنی مومن جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے پس خدا تعالے کے ذمے ہے اس کا خلیفہ بھیجنا ضمانت کے طور پر مگر جو خرچ دبے عزوبم عمارت پر خرچ کیا جائے یا خدائے عزوجل کی معصیت میں کیا جائے ۱۲ نیز فرمایا مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ الحدیث رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۱۵۹) یعنی صدقہ مال میں سے کچھ کم نہیں کرتا ۱۲ نیز فرمایا کہ خدا تعالے فرماتا ہے اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَيْكَ (متفق علیہ تفسیر معالم زیر آیت سورت سبا) ۱۲ یعنی اے ابن آدم تو خرچ کریں تجھ پر خرچ کروں گا یعنی اس کے عوض میں تجھ کو اور دوں گا۔ (حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) ۵۸ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (النحل پ ۱۴ ع ۱۳) یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو خدا کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے ۱۲ نیز فرمایا بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (الاعلیٰ پ ۳۰) یعنی اے لوگو! بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ عالم آخرت بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی ۱۲ ۵۹ جیسا کہ حدیث میں ہے مَا مِنْ يَّوْمٍ يُّصْبِحُ الْعِبَادُ الحدیث یعنی کوئی دن ایسا نہیں جس میں بندے صبح کریں مگر دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک ان کا کہتا ہے اے خدا! عطا کر خرچ کرنے والوں کو اس کا عوض اور دوسرا کہتا ہے اے خدا! دے ممسک (کنجوس) کو تباہی ۱۲ (معالم باسنادہ من طریق البخاری) ۱۲ منہ ۔ حصن حصین میں ہے جن لوگوں کی دعا مقبول ہے ان کی فہرست میں الرجل الصالح کو بھی گنایا ہے ۱۲ (مطبع یوسفی ص ۳۳) ۱۲ منہ ۲۷۶ شاہ عبد القادر صاحب نے اس پر حاشیہ لکھا ہے مالدار ہو کر محتاج کو قرض بھی مفت نہ دے جبتک سود نہ رکھ لے یہ نعمت کی ناشکری ہے ۱۲ صاحب تفسیر رحمانی نے کہا خدا تعالیٰ سود کے مال کو

؂ اس لئے بے برکت کرتا ہے کہ سود خوار اگر اس کو حلال جانتا ہے تو وہ کافر ہے ورنہ گنہگار ہے ۱۲ منہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ

جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے نیک اور قائم کی نماز اور

اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ

ادا کی زکوٰۃ ان کے لئے ان کا اجر ہے پاس ان کے رب کے اور نہیں ہوگا کوئی خوف ان پر اور

لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا

نہ وہ غم کھائیں گے ۲۷۷ اے لوگو! جو ایمان لا چکے ہو ڈرتے رہو اللہ سے اور چھوڑ دو

مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ۲۷۸

جو باقی رہ گیا سود میں سے اگر تم مومن ہو ۲۷۸

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کئے نیک کام منجملہ اُن کے جود و سخاوت ہے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کی نماز جو فحشاء اور منکرات سے روکتی ہے منجملہ ان کے اخلاقِ ذمیمہ ہیں جن میں سے بخل و کنجوسی اور نفس کا لالچ بھی ہے و سود خوری اور فحشاء میں خرچ کرنا بھی ہے وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور دی انہوں نے زکوٰۃ۔ جو فضیلت جود کے حاصل کرنے کا بڑا بھاری سبب ہے اور اس میں اپنے بال بچوں اور نفس کے لالچ پر مساکین کی حاجت برآری کو ترجیح دی جاتی ہے لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لئے ان کا اجر ہے جس کا ان سے وعدہ ہے ان کے رب کے پاس ثابت ہے وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ان پر نہ تو کسی بلا کے نازل ہونے کا خوف طاری ہوگا کیونکہ صدقات سے بلائیں ٹل جاتی ہیں وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ ۲۷۷ اور نہ وہ مال میں کمی آجانے کا غم کھائیں گے ۲۷۷ سود خوری کے متعلق خدا تعالیٰ ایسے احکام اس لئے فرماتا ہے کہ یہ بدرسم اس حکمت کے خلاف ہے جو خدا نے معاملات کے متعلق اپنی شریعت میں ملحوظ رکھی ہے۔ سو تم يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو! جو اس شریعت محمدی پر صدق دل سے ایمان لا چکے ہو اور اس کی حکمتوں کو سمجھ چکے ہو تمہارے ایمان کا مقتضا یہ ہے کہ تم اتَّقُوا اللّٰهَ خدا تعالیٰ کی حکمت کو باطل کرنے سے ڈرتے رہو اور اب اس ممانعت کے بعد ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا چھوڑ دو جو تمہارے مقروض کی طرف باقی رہ گیا ہے سود کی رقم میں سے کیونکہ مقتضائے تقویٰ بلکہ مقتضائے ایمان یہی ہے کہ وہ باقی ماندہ سودی رقم چھوڑ دو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ۲۷۸ اگر تم سچے دل سے

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ج وَإِنْ

پس اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبردار ہو جاؤ ساتھ لڑائی کے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر

تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ ج لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۲۷۹

تم توبہ کرو تو تمہارے لئے ہیں اصل مال تمہارے نہ ظلم کرو اور نہ ظلم کئے جاؤ تم ۲۷۹

وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ ط وَأَنْ

اور اگر کوئی تنگدست ہو تو مہلت ہے آسانی تک اور اگر

ایمان لائے ہو ۲۷۸ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر اس حکم کے بعد تم نے ایسا نہ کیا یعنی باقی ماندہ سود نہ چھوڑا تو سمجھا جائے گا کہ تم شاہی حرمت کی ہتک کرنے والے ہو اور جو شاہی حرمت کی ہتک کرتا ہے وہ بادشاہ کا فریق محارب گنا جاتا ہے فَ پس فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ تم خبردار ہو جاؤ ساتھ عظیم لڑائی کے مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ بادشاہ حقیقی کی طرف سے وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول کی طرف سے کہ خدا کی شریعت کا ظہور اور شرعی عدل کا قیام اس کے ذریعے سے ہے اور وہ صلح و جنگ میں خدا کی مرضی اور اس کے حکم کے تابع ہے جس سے خدا کی جنگ ہے اس سے رسول کی بھی جنگ ہے اور جس سے خدا کی صلح ہے اس سے اس کے رسول کی بھی صلح ہے وَإِنْ تُبْتُمْ اور اگر تم اس قیاس فاسد اور فعل شنیع سے توبہ کرو فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ تو تمہارے لئے ہیں تمہارے اصل مال لَا تَظْلِمُوْنَ نہ تم ظلم کرو[62] باقی ماندہ سودی رقم کا تقاضا کر کے وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۲۷۹ اور نہ تم پر ظلم کیا جائے[62] یعنی ممانعت سے پیشتر کا سود تم سے واپس نہ لیا جائے اور نہ وہ سود اصل زر میں سے وضع کی جائے بلکہ سب معاملات جو ممانعت سے پیشتر ہو چکے رفت گذشت سمجھے جائیں اور آئندہ کے معاملات کا اجراء اس حکم ممانعت کے بعد سمجھا جائے۔ یہ حکم اس مقروض کے متعلق ہے جو آسانی سے ادا کر سکتا ہو وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ اور اگر کوئی تنگدست ہو اور آسانی سے ادا نہ کر سکتا ہو فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ تو مہلت واجب ہے آسانی تک جب تک وہ آسانی سے ادا کر سکے وَ اور اگر اس کا یہ حال ہے کہ وہ ساری رقم یا اس کا بعض حصہ ادا ہی نہیں کر سکتا تو أَنْ تَصَدَّقُوْا صدقہ کر دینا یعنی اس کو معاف کر دینا سب رقم کا یا جتنی وہ ادا نہیں کر سکتا۔

[61] تفسیر جامع البیان میں بصیغہ تمریض کہا ہے کہ اس آیت سے سمجھا گیا ہے کہ سود کی حلت پر اصرار کرنے والے کو اس المال بھی نہ دیا جائے کیونکہ وہ مرتد ہے اور اس کا مال فئے ہے یعنی بیت المال میں داخل ہو کر مساکین پر اہل اسلامی صرف ہوں تو ان میں خرچ ہو ۱۲ منہ [62] یہ دونوں صیغے خبر کے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے فرزندوں نے ان کو نہی کے معنی میں لیا ہے ۱۲ منہ

تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

خیرات کردو تو بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم سمجھو ۲۸۰ اور ڈرو اس دن سے

تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

کہ تم پھیرے جاؤ گے اس میں طرف اللہ کی پھر پورا دیا جائے گا ہر نفس کو جو کمایا اس نے

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ

۳۸ ع ۸ اور وہ نہیں ظلم کئے جائیں گے ۲۸۱ اے لوگو! جو ایمان لے آئے ہو جب تم آپس میں معاملہ کرو

خَيْرٌ لَّكُمْ بہتر ہے تمہارے لئے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اگر تم اس کی بہتری کو جانو ۲۸۰ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ اور ڈرتے رہو اس دن کی سختی سے کہ تم اس میں اعمال کی بازپرس کے لئے لوٹائے جاؤ گے خدا کی طرف ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ پھر پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو بدلہ اس کا جو کمایا اس نے نیکی کی جنس سے یا برائی کی سے وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے ۲۸۱ نہ نیکوں پر کہ ان سے جو وعدہ ہے اس کا خلاف نہیں ہوگا اور نہ بدوں پر کہ ناکردہ گناہ ان پر تھوپے نہیں جائیں گے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایماندار لین دین کے معاملہ میں بلا زیادت لینے اور بلا نقصان دینے اور فکی دوصی و وکیل و شاہدوں کے ایمان اور تقوی کی حفاظت کے لئے تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ جب تم آپس میں معاملہ کرو قرض پر خصوصاً جب

۳۶ حدیث شریف میں ہے مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا الحدیث یعنی جس نے مہلت دی تنگدست کو یا وضع کر دیا اس سے نجات دے گا اس کو خدا تعالیٰ روز قیامت کی سختیوں سے رواہ مسلم دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے مہلت دی تنگدست کو یا وضع کیا اس سے سایہ دیگا اس کو خدا تعالیٰ اپنے سایہ میں رواہ مسلم (مشکوٰۃ ۲۵۱) ۱۲ منہ تفسیر رحمانی میں کہا کہ قرضخواہ نے اپنا حق مقروض پر تنگی کرکے پورا لیا تو خدا تعالیٰ بھی اس سے اپنے حقوق تنگی سے پورے کرے گا اور اگر مسامحت سے کیا تو خدا تعالیٰ مسامحت کے زیادہ لائق ہے اور اگر مقروض نے باوجود قدرت کے قرضخواہ کا حق ادا نہیں کیا تو خدا تعالیٰ اس سے اپنا یا اس کا حق پورا پورا لے گا یا لے کر دیگا۔ لیکن (ادائیگی کی) قدرت ہی نہیں اور ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے تو امید ہے کہ خدا اس کو معاف کر دے گا اور اس کے قرضخواہ کو اپنے پاس سے دے کر راضی کر دے گا۔ یہ سب امور احادیث سے ثابت ہیں ۱۲ منہ ۳۷ تفسیر معالم وغیرہ میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا کہ یہ آخری آیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری اور آپ سے حضرت جبرئیل نے کہا اس کو سورت بقرہ کی آیات کے دو سو اسی آیات کے سر پر رکھئے اس کے بعد آنحضرت کی رحلت کتنے دن بعد ہوئی اس میں روایتیں مختلف ہیں ۱۲ آہ! بدنیا کہ کسے پائندہ بودے۔ ابوالقاسم محمد زندہ بودے ۳۷ (باقی برصفحہ)

بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ

قرض پر ایک مدت مقررہ تک تو اس کو لکھ لو اور چاہیئے کہ لکھے درمیان تمہارے

كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا

کوئی کاتب ساتھ عدل کے اور نہ انکار کرے کاتب لکھنے سے جس طرح

عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ

سکھایا اس کو اللہ نے پس چاہیئے کہ (ویسا ہی) لکھے اور چاہیئے کہ لکھوا دے وہ شخص جس کے ذمے ہے حق اور چاہیئے کہ ڈرے وہ

وہ معاملہ اِلیٰ اَجَلٍ مُّسَمًّی ایک مقررہ مدت تک ہو جو فریقین میں دنوں یا مہینوں یا سالوں کے حساب سے مقرر ہو نہ فصل کے کاٹنے یا حجاج کی واپسی کے حساب سے کیونکہ ان دونوں میں مدت مجہول رہتی ہے اور تقدم و تاخر کی صورت میں نزاع پیدا ہو جائے گی اور کتابت کا کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا فَاکْتُبُوْہُ تو تم اس معاملہ کو لکھ لو تاکہ تم نادانستہ غلط فہمی یا ذہول و فراموشی یا اشتباہ سے اور دانستہ بے ایمانی سے بچے رہو وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ اور چاہیئے کہ لکھے درمیان تمہارے ایک کاتب قریبی ہو یا اجنبی ہو بشرطیکہ دونوں کا درمیانی ہو اور کسی کا دھڑے بند یا زیر اثر نہ ہو اور لکھے تو بِالْعَدْلِ ساتھ عدل کے لکھے کہ دونوں فریقوں میں مساوات رکھے وَ اور اس کاتب کے لئے خصوصی حکم ہے کہ لَا یَاْبَ کَاتِبٌ اَنْ یَّکْتُبَ نہ انکار کرے کاتب لکھنے سے جب فریقین اس پر اعتماد رکھتے ہیں۔ تاکہ اس کے انکار سے معاملہ میں حرج نہ ہو جائے۔ بلکہ کَمَا عَلَّمَہُ اللّٰہُ فَلْیَکْتُبْ جس طرح اس کو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے رسولؐ کے ارشاد و عمل سے تعلیم کیا ہے چاہیے کہ اسی طرح لکھے[66]۔ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ اور چاہیئے کہ اپنے منہ سے بول کر لکھوا دے وہ شخص جس کے ذمے حق ہے۔ کیونکہ اقرار اس شخص کا معتبر ہے جس پر اس اقرار کا بوجھ ہے

(حاشیہ متعلقہ ص ۳۶) ف۶۵ جب آنحضرت صلعم مدینہ شریف میں گئے۔ تو دیکھا کہ وہ لوگ بیع سلم کرتے ہیں۔ بیع سلم یہ کہ روپیہ پہلے دیا اور جنس آئندہ حاصل۔ آنحضرتؐ نے اس کے متعلق یہ ترمیم فرمائی کہ نرخ اور مدت مقرر کرلو تو جائز ہے (بخاری وغیرہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی تصدیق اس آیت سے کرکے کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا تو سلم کو جائز رکھا اور یہ بھی کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سلم جس میں مدت مقرر ہو اسے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے ۱۲ (معالم) (حاشیہ صفحہ ہذا)

ف۶۶ تفسیر نیشاپوری میں بموجب ایک قول کے کَمَا کو بمعنی لِمَا للعلت کے بھی لیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے اسے فن کتابت کی نعمت بخشی ہے تو وہ اس کے شکریے میں کتابت سے انکار نہ کرے باقی رہی اس کی اجرت سو اس کا ذکر آگے آئے گا ۱۲ منہ

اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ

اللہ سے جو رب ہے اس کا اور نہ کم کرے اس میں سے کچھ بھی پس اگر وہ شخص جس کے ذمے حق ہے

الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ

نادان ہو یا ضعیف و ناتوان ہو یا نہ طاقت رکھ سکتا ہو کہ لکھوا دے خود تو چاہیئے کہ لکھوا دے

وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ

اس کا ولی ساتھ عدل کے

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ اور چاہیئے کہ ڈرے وہ (مقروض) اللہ سے جو رب ہے اس کا اسی کی پرورش میں برکت ہوگی خیانت اور بے ایمانی سے نہیں ہوگی۔ داور جب خدا تعالیٰ نے اس مقروض پر اتنی مہربانی فرمائی ہے کہ بغیر اس کی اپنی زبان کے اقرار کے اس پر کسی دوسرے کے کہنے سے بوجھ نہیں ڈالا تو وہ بھی لکھوانے کے وقت لَا يَبْخَسْ مِنْهُ نہ کم کرے اس میں سے یعنی قرضخواہ کے حق واجب میں سے شَيْـًٔا کچھ بھی فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا پس اگر وہ شخص جس کے ذمے حق ہے یعنی مقروض بوجہ صغر سنی کے کم عقل ہو یا بوجہ پیدائشی حمق کے معاملہ شناس نہ ہو یا بوجہ اسراف کے نفع نقصان کی پرواہ نہ کرتا ہو۔ یا زبان جس میں اقرار لکھا جائے گا نہ جانتا ہو اور اس کی زبان جس میں وہ اقرار کرتا ہے کوئی دوسرا نہ سمجھتا ہو یا بوجہ کسی عارضہ کے بیہوش ہو یا وہ مجنون ہو کہ ٹھکانے کی بات نہ کرتا ہو اَوْ یا باوجود عاقل و بالغ اور نہ نادان اور باہوش ہونے کے جسمانی طور پر بڑھاپے کے یا کسی شدید بیماری کے ضَعِيْفًا کمزور ہو کہ پوری آواز سے اپنا مطلب بیان نہ کر سکتا ہو یا اس کے حواس درست نہ ہوں اَوْ یا بہرے سے بوجہ گونگا ہونے کے یا محبوس یا مسافت بعید پر ہونے کے لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ طاقت نہ رکھ سکتا کہ خود اپنی زبان سے لکھوائے فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ پس چاہیئے کہ اس کی طرف سے املا کرائے یعنی زبان سے بول کر لکھوائے وَلِيُّهٗ اس کا کوئی ولی جس کو اس نے اپنی زندگی اور حاضری میں باختیار خود اسی خاص کام میں یا اپنے عام امور میں مختار بنایا ہو یا اس کی فوتیدگی کے بعد حکومت مجاز نے اس کو اس کا جانشین تسلیم کیا ہو یا اس کا گارڈین یا کسٹوڈین یا ٹرسٹ مقرر کیا ہو کیونکہ اَلسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی (مشکوۃ ص ۲۶۲) اور وہ ولی بھی جب لکھوائے تو بِالْعَدْلِ عدل سے لکھوائے کہ دونوں طرفوں کو مساوی رکھے جس کا وہ ولی ہوا ہے۔ اس کی خیر خواہی کرے اس لئے کہ اس نے اس کا اعتبار کیا یا عدالت نے اس کو خیر خواہ قرار دیا۔ اور قرضخواہ کے حق میں اس لئے عدل کرے کہ وہ اصل مقروض کا جانشین ہے جب اصل مقروض کو حکم ہے کہ لَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا تو اس کے

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا
اور گواہ رکھو دو گواہ اپنے (مسلمان بالغ) مردوں میں سے پس اگر نہ ہوں

رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ
دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں (سہی) ان میں سے کہ پسند کرو تم گواہوں

الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا
سے کہ بھول جاوے ایک عورت تو یاد دلادے اس کو

الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ
دوسری اور نہ انکار کریں گواہ جب بھی وہ بلائے جائیں۔

جانشین پر بھی واجب ہے کہ وہ نہایت دیانتداری سے املا کرائے۔ اور نزاع کے وقت قرضخواہ اور مقروض کی کمی بیشی سے بچانے کے لئے اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ گواہ مقرر کرو دو گواہ۔ کیونکہ گواہ کی ولایت کمزور ہے۔ لہذا دوسرے سے اس کی تقویت کی جائے اور لازم ہے کہ وہ گواہ مِنْ رِّجَالِكُمْ تمہارے مسلمان بالغ مردوں میں سے ہوں کیونکہ اکثر احوال میں عورت کی ولایت انفراداً نہیں ہوسکتی اور نابالغ معاملہ شناس نہیں ہوتا اور شرعاً کافر کو مسلمانوں کے معاملات میں دخل نہیں ہے فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ پس اگر وہ گواہ دو مرد میسر نہ ہوسکیں فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ تو ایک مرد اور اس کی تقویت کے لئے دو عورتیں ہوں کیونکہ مالی معاملات میں دو عورتیں ایک مرد کے مساوی اور قائم مقام ہوتی ہیں ...... اور پھر خاص معین گواہوں کا تقرر نہیں بلکہ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ ان لوگوں میں سے جن کو تم پسند کرو گواہوں سے باعتبار تقوی اور عدل اور پختگی کے جو کسی دوسرے کے بیجا اثر میں نہ آسکیں۔ خواہ وہ گواہ خالص مرد ہوں یا مرد و عورت ملے جلے اور عورتوں کو دو اس لئے رکھا گیا اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا کہ (ہو سکتا ہے) بوجہ رطوبت و برودت مزاج کے اور مردوں کے معاملات میں ان کا دخل نادراً ہونے کے ان پر نسیان طاری ہوجائے اور ایک ان میں سے معاملہ کی تفصیلات کو بھول جائے فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى تو یاد کرادے ایک ان کی دوسری کو د

لے سفیہ اور ضعیف اور غیر مستطیع کی تفصیلات امام ابن جریر طبری اور علامہ نظام الدین حسن بن محمد القمی النیشاپوری رحمہما اللہ نے بہت بیان کی ہیں۔ ہم نے ان کا خلاصہ اپنی اس تفسیر میں درج کردیا ہے ۱۲ منہ

وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ

اور مت سستی کرو کہ لکھو اس کو چھوٹا (معاملہ) ہو یا بڑا اس کی مدت (مقرر) تک یہ امر

اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا

بہت با انصاف ہے نزدیک خدا کے اور بہت پختہ ہے واسطے شہادت کے اور بہت قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو

اور چونکہ نزاع کے وقت فیصلہ گواہوں کی گواہی پر موقوف ہے اس لئے وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا نہ انکار کریں وہ مقرر شدہ گواہ جب بھی وہ ادائے شہادت کے لئے بلائے جائیں وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ اور نہ سستی کرو اس امر میں کہ لکھو تم اس کو کیونکہ سستی کرنے یا شرم کی وجہ سے کتابت نہ کرنے سے وہ مصلحتیں فوت ہو جائیں گی جو کتابت کی صورت میں ملحوظ رکھی گئی ہیں اور وہ سب آفتیں اور نزاعیں پیدا ہو جائیں گی جن کے انسداد کے لئے تم کو کتابت کا حکم دیا گیا ہے صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ وہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا جس میں ادائیگی اس کی میعاد تک مقرر ہو۔ اور جس میں میعاد نہیں ہے بلکہ سودا نقد بنقد ہے اس کا حکم آگے آتا ہے ذٰلِكُمْ یہ احکام یعنی کتابت اور شہادت اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ بہت با انصاف ہے نزدیک اللہ کے کیونکہ کتابت کی صورت میں کسی فریق کو کمی بیشی میں نزاع کرنے کی گنجائش نہیں رہتی وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ اور زیادہ سیدھی اور زیادہ پختہ ہے شہادت کے لئے کہ گواہ بھی کتابت کے برخلاف کسی جانب بیجا میلان نہیں کر سکتے وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اور بہت قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو کیونکہ معاملات میں شہادت کا سابقہ ہر شخص کے لئے عام نہیں ہے اور اکثر گواہوں کو اس خاص امر میں دلچسپی بھی نہیں ہوتی پس ایسے معاملات و حالات میں ہو سکتا ہے کہ تفصیلات پوری طرح یاد نہ رہیں۔ لیکن کتابت کی صورت میں بات قائم رہتی ہے اور مکتوب شے کو دیکھ کر گواہ کا علم تازہ ہو جاتا ہے۔

ف ۴۸ شروع آیت میں اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى مذکور تھا۔ اس کے بعد یہاں اِلٰٓى اَجَلِهٖ میں بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے ہم سابقہ نوٹ میں بیان کر چکے ہیں کہ جو تکرار مفید معنی جدید یا ضرورت موقع کے لئے ہو وہ مخل فصاحت نہیں ہوتا چونکہ بیع دو قسم پر ہے بیع نسیہ (ادھار) اور بیع حاضر (نقد) اور کتابت کی ضرورت بیع نسیہ میں پڑتی ہے اور اسی کے لئے اجل (مدت) مقرر کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے متعلق فوائد کتابت جو آیت میں مذکور ہیں ملحوظ ہیں۔ اس لئے کتابت میں سستی نہ کرنے کی تاکید کے ساتھ اِلٰٓى اَجَلِهٖ کی تصریح ضرور ہوئی تاکہ معلوم رہے کہ یہ حکم مدت مقرر ہونے کی صورت کے متعلق ہے اور جس میں ادھار نہیں ہے بلکہ حاضر و نقد سودا ہے اس میں کتابت کی ضرورت نہیں جیسا کہ آگے مذکور ہے اور اس فرق کو ہم نے تفسیری الفاظ میں ملحوظ رکھا ہے۔ جس میں تھوڑے سے غور کی حاجت ہے ۱۲ منہ

اِلَّآ اَنْ	تَكُوْنَ	تِجَارَةً	حَاضِرَةً	تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ	فَلَيْسَ	
مگر یہ کہ	ہو	تجارت	نقد بنقد	کہ تم آپس میں اس کو لے دے لو	پس نہیں ہے	
عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَلَّا تَكْتُبُوْهَا	وَاَشْهِدُوْٓا	اِذَا	تَبَايَعْتُمْ	وَ
تم پر	کوئی گناہ	کہ تم اس کو نہ لکھو	اور شاہد رکھ لو	جب	تم بیع	کرو اور
لَا يُضَآرَّ	كَاتِبٌ	وَّلَا شَهِيْدٌ	وَاِنْ تَفْعَلُوْا	فَاِنَّهٗ	فُسُوْقٌۢ	
نہ ضرر دیا جائے	کاتب	اور نہ شاہد	اور اگر تم (ایسا) کرو	تو وہ ضرور	گنہگاری ہے	

اِلَّا مگر اس صورت میں اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً کہ ہو سوداگری حاضر یعنی مال بھی موجود ہو اور قیمت بھی نقد ہو تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ جب تم دست بدستی لے دے کر آپس میں پھراؤ۔ ف تو فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اس معاملہ کو نہ لکھو۔ کیونکہ ایسی صورت میں نہ ادھار ہے نہ مدت جس کی یادداشت اور رفع نزاع کے لئے لکھنے کی ضرورت تھی نیز روزانہ اکثر سودے نقد ہوتے ہیں۔ پس کثرت واقعات کے سبب لکھنے لکھانے میں لوگوں کی مشکلات بڑھ جائیں گی۔ وَ اور اگر کوئی سودا بھاری ہو اور اس میں بیع تمام ہو جانے کے بعد نزاع پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ تم کسی کو نیا تی گواہ رکھ لو جب تم آپس میں ایسی بیع کرو۔ وَ اور جب تم کسی سے کتابت کراؤ یا ادائے شہادت کے لئے شاہدوں کو بلاؤ۔ تو ان کی اجرت اور اوقات کے حرج اور دیگر اخراجات نقل و حرکت میں لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ[69] نہ ضرر دیا جائے کاتب اور نہ شاہد۔ بلکہ ان کو ان کا مناسب معاوضہ دے دیا جائے ۔ وَاِنْ تَفْعَلُوْا اور اگر تم ایسا کرو یعنی ان کا حق واجب ساقط کر کے ان کو اور ان کے متعلقین کو ضرر پہنچاؤ ف تو اِنَّهٗ بیشک یہ بات فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ایک قسم کی بدی ہے جو تمہارے ساتھ لگی رہے گی۔ اور تم ہر جگہ بدنام اور بے اعتبار ہو جاؤ گے اور کوئی شخص تمہارے کام میں نہیں آئے گا۔

[69] آئمہ قرأت نے لَا يُضَآرَّ کو بصیغہ مجہول و معروف ہر دو طرح روایت کیا ہے۔ مجہول کی صورت میں اس کے معنی ہیں نہ ضرر دیا جائے کاتب کو اور نہ شاہد کو۔ یعنی ان کو ان کے اپنے اشغال و ضروری کام چھوڑا کر کتابت کرنے اور شاہد بننے یا ادائے شہادت پر مجبور نہ کیا جائے جبکہ وہ عذر پیش کریں اور نہ یہ کہ کتابت کی اجرت اور شاہد کے نقل و حرکت اور خرچ وغیرہ جانہ کا معاوضہ نہ دیا جائے اور معروف کی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ کاتب لکھنے کے وقت اور شاہد شہادت کے وقت خلاف واقعہ کسی فریق کو ضرر نہ پہنچانے (تفسیر بیضاوی و سراج منیر) ۱۲ منہ

بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۲۸۲

ساتھ تمہارے اور ڈرو اللہ سے اور سکھاتا ہے تم کو اللہ اور اللہ ہر شے کو جانتا ہے ۲۸۲

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ

اور اگر تم (حالت) سفر پر ہو اور نہ پاؤ کوئی کاتب تو رہن ہے قبضہ کی ہوئی

ؕ اور حقوق العباد کے متعلق اتَّقُوا اللّٰهَ خدائے بزرگ سے ڈرتے رہو کہ وہ بروز قیامت حقدار کو تمہاری نیکیوں کے ذخیرہ سے حق لے کر دیگا۔ یا اس کی برائیوں کا بوجھ تم پر ڈالے گا۔[۱] ؕ اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ احکام يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ تم کو خدا تعالیٰ تعلیم کرتا ہے وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۲۸۲ اور اللہ تعالیٰ ہر شے سے پورا پورا واقف ہے ۲۸۲ تمہارے اعمال سے بھی۔ اور تمہاری نیات سے بھی اور اپنے احکام کی حکمتوں اور مصلحتوں سے بھی وَاِنْ اور اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ تم حالت سفر پر ہو ؕ اور اس حالت میں لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا تم نہ پاؤ کوئی کاتب جو تمہارے معاملہ کی پختگی اور روپے کی حفاظت کے لئے وثیقہ تحریر کرے۔ فَ تو اس وثیقہ کی بجائے رِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ مقروض کی کوئی شے رہن رکھ کر اپنے قبضے میں کر لو۔ جب مقروض قرضہ ادا کرے تو اپنی مرہونہ چیز فکّ کرا لے اس میں روپے کی حفاظت۔ دل کا اطمینان۔ معاملہ کی صفائی اور ایمان کا بچاؤ سب کچھ ہے۔ کتابت اور رہن کی ضرورت اس صورت میں ہے جب ایک کو دوسرے کا اعتبار بغیر وثیقہ اور رہن کے نہ ہو۔

[۱] بدنیت مقروض کی نیکیاں حقدار کو دلائی جانے کے متعلق دیکھو سابقہ نوٹ ۔۔۔ بحوالہ تفسیر رحمانی۔ نیز ترغیب ترہیب منذری میں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے بحوالہ صحیح بخاری و سنن ابن ماجہ حدیث قدسی نقل کی ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کے (حق کے) لئے میں خود جھگڑا کروں گا یعنی ضرور لے کر دوں گا۔ ایک ان میں سے وہ شخص ہے کہ کسی نے اس کو اجرت پر لگایا اپنا حق (کام) تو اس سے پورا پورا لے لیا۔ لیکن اس کی اجرت ادا نہ کی (ترغیب ترہیب برحاشیہ مشکوٰۃ مطبوعہ دہلی ص ۳۱۲) ۱۲ منہ [۲] تفسیر معالم وغیرہ میں کہا ہے کہ رہن کا معاملہ تمام و لازم نہیں جب تک کہ شے مرہونہ کو قبضہ میں نہ لے لیا جائے۔ نیز کہا ہے کہ رہن حضر (وطن) میں بھی اور کاتب کے ہوتے بھی جائز ہے اور آیت میں سفر اور کاتب کی عدم موجودگی کا بیان اہم و اغلب حالات کی وجہ سے ہے شرط کے طور پر نہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی درع (جنگی کرتہ۔ زرہ) ابو شحم یہودی کے پاس (بیس صاع جو کے عوض) رہن رکھی تھی اور یہ معاملہ سفر کی حالت میں نہیں تھا۔ (بلکہ مدینہ طیبہ میں تھا) نہ کاتب کے موجود نہ ہونے کی صورت میں تھا۔ ۱۲ منہ باقی رہا مسئلہ انتفاع بالرہن کا سو قرآن مجید میں تو صرف قبضہ میں لے لینے کا ذکر ہے۔ اور نفع حاصل کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کوئی حکم مذکور نہیں ائمہ مجتہدین فقہاء و محدثین مال مرہونہ سے فائدہ اٹھانے کو سود شمار کرتے ہیں کیونکہ اصل زر رہن ہوں کا توں قائم رہتا ہے اور نفع زیر نزاع اس کی وصولی میں وضع نہیں کیا جاتا اور سود کی حقیقت اور صورت بھی یہی ہے (باقی بر)

فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ

پس اگر امین بنائے بعض تمہارا بعض کو تو چاہیئے کہ ادا کر دے وہ شخص جو امین بنایا گیا ہے امانت اس کی

وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ

اور چاہیئے کہ ڈرے اللہ سے جو رب ہے اس کا اور نہ چھپاؤ شہادت کو اور جو چھپائے گا اس کو پس بات یہ ہے

٣٩ ع ٢ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨٣﴾ ع

کہ گنہگار ہے دل اس کا اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو جانتا ہے ۲۸۳

فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا پس اگر امین جانے ایک تمہارا دوسرے کو یا اس کے پاس کوئی شے امانت رکھے جس پر نہ گواہ نہ کتابت اور نہ کوئی چیز رہن رکھی جائے بلکہ صرف اس کے ایمان و صلاحیت پر اعتبار کر لیا ہو فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ تو چاہیئے کہ ادا کر دے وہ شخص جس کو اس کی ایمانداری اور صلاحیت کے اعتبار پر امین بنایا گیا امانت اس کی تا کہ اس کا اپنا اعتبار بھی قائم رہے اور اس کی بد دیانتی کی وجہ سے دیگر صالحین کا بھی اعتبار نہ جاتا رہے پھر یہ بے اعتباری عام ہو کر رسم امانت ہی متروک نہ ہو جائے (اور تمام ظاہر داریوں اور دنیوی لحاظات کو نظر انداز کر کے وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ چاہیئے کہ ڈرے وہ (امین) اللہ تعالیٰ سے جو رب ہے اس کا وہی اس کی روزی اور پرورش کا کفیل ہے۔ خیانت سے مال حاصل کرنے سے کیا بنے گا؟ (اور تم اے شاہدو! خواہ تم کتابت کے شاہد ہو خواہ بیع حاضر کے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ نہ چھپاؤ شہادت کو جو تم کو معلوم ہے بالخصوص حاضر بیع کی صورت میں کہ اس میں کتابت نہ ہونے کی حالت میں مدار فیصلہ تمہاری ہی شہادت پر ہے (اور سن رکھو کہ وَمَنْ يَكْتُمْهَا جو کوئی اسے جانتے بوجھتے کسی اثر سے چھپائے گا تو وہ خوب سمجھ لے کہ فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ (بیشک اس کا دل گنہگار ہو گیا ہے تو ہی اس نے حقیقت کے چھپانے کی جرأت کی ہے (اور تم نے لوگوں سے تو چھپا لیا۔ لیکن وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ اللہ تمہارے اعمال (کتمان حق وغیرہ) کو خوب جانتا ہے ۲۸۳

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۴) ہاں حدیث میں وارد ہے کہ پشت پر سواری کر لی جائے بعوض یا بقدر خرچ کے اور دودھ پی لیا جائے بعوض یا بقدر) اس کے چارے کے الحدیث رواہ البخاری (بلوغ المرام) اس بنا پر خاص ان دو صورتوں میں امام احمدؒ ظاہر حدیث سے جواز کے قائل ہیں اور دیگر چیزیں ان پر قیاس نہیں کی جائیں گی۔ (مسک الختام ج ۲ ص ۶۷) شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی اور مولانا عبدالحی صاحبؒ لکھنوی کے فتاویٰ میں مع دیگر علمائے حنفیہ و اہلحدیث کے فتاویٰ کے ایسا ہی مرقوم ہے۔ آج کل یہ آفت عام ہو رہی ہے اس سے بچنا لازم ہے۔ واللہ الہادی ۱۲ منہ

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ
اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے

اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ
دلوں میں ہے یا چھپاؤ اس کو، حساب لے گا تم سے اللہ اس کا

اس سورت بمارکہ ہیں جس کی صفت "سنام القرآن" ہونا ہے۔ شروع سے یہاں تک جتنے شرعی احکام متعلق عقائد قلبیہ و اعمال بدنیہ فرمائے گئے ہیں جو تعبدی و تمدنی اور معاشرتی و معاملتی اور اخلاقی و سیاسی اور دنیوی و اخروی امور پر مشتمل ہیں اور جو دنیا میں باعث صلاح اور عاقبت میں موجب فلاح ہیں اور آخرت میں جزا سزا الٰہی پر مترتب ہوگی اس لئے فرمائے گئے ہیں کہ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے یعنی فرشتے اور ستارے اور سورج اور چاند جن کو لوگ معبود گردانتے ہیں وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اور جو کچھ زمین میں ہے یعنی بری و بحری اور ہوائی مخلوقات پس جس طرح عرش سے فرش تک سب مخلوقات میں اس کے تکوینی احکام جاری ہیں۔ اسی طرح وہ مالک الملک اپنے مخلوق و مملوک انسانوں میں جو اشرف المخلوقات ہیں۔ اپنے شرعی احکام فرماتا ہے کہ اس کے بندے اس کے احکام کو قبول کر کے اپنے دلوں کو اس کی محبت و اطاعت کے جذبے سے بھر کر پاک کریں اور اپنی زبانوں کو اس کی حمد و ثنا میں مصروف رکھیں اور اپنے اعضاء کو اس کے احکام کی بجا آوری میں لگائیں تاکہ وہ دنیا کی صلاح اور عاقبت کی فلاح حاصل کر سکیں اور اس کی نافرمانی اور اس کے فرستادوں کی مخالفت سے برکنارہ کر اس کے غضب و قہر سے بچ جائیں وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اور اگر تم اس بات کو جو تمہارے نفسوں میں ہے اپنے اقوال و افعال کے ذریعے ظاہر و عمل میں لاؤ اَوْ تُخْفُوْهُ یا اسے پوشیدہ رکھو۔ جس کی کئی صورتیں ہیں (۱) لوگوں سے چھپا کر کرو۔ یا کفر و نفاق اور شرک و بد اعتقادی کے فاسد عقائد اور اپنے مالک سے بدگمانی و بے اعتمادی اور صالحین سے بغض و عداوت اور حسد و نفرت اپنے نفسوں کے اندر ہی اندر چھپائے رکھو تو بہرحال یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ خدا تم سے اس کا حساب لے گا۔ تاکہ فرمانبردار اور نافرمان میں تمیز ہو جائے۔[1]

[1] اَوْ تُخْفُوْهُ کی تفسیر میں جو توجیہات بیان کی گئی ہیں وہ حاشیہ شاہ ولی اللہ صاحب رح اور تفسیر جلالین اور اس کے حاشیہ کمالین اور تفسیر السراج المنیر اور جامع البیان اور تفسیر کبیر وغیرہا سے مستفاد ہیں۔ یہ بزرگ سب اس بات کے قائل ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اس کی صحیح توجیہ یہی ہے۔ منہ

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

پس بخشے گا جس کو چاہے گا اور عذاب کرے گا جس کو چاہے گا اور اللہ ہر شے پر

شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ۲۸۴ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ

قادر (مطلق) ہے ۲۸۴ ایمان لایا پیغمبر ساتھ اس چیز کے جو اتارا گیا طرف اس کی اس کے رب سے

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ قف

اور مومن بھی ہر ایک ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور اس کے فرشتوں کے اور اس کی کتابوں کے اور اس کے

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ قف

پیغمبروں کے ہم نہیں جدائی ڈالتے درمیان کسی کے اس کے پیغمبروں سے

ف: پس اس حساب کے بعد اپنے فضل سے حسب وعدہ نہ حسب وجوب يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخشے گا بجز کفر و شرک کے جو بغیر توبہ و استغفار کے اعمال نامہ میں رہ گیا جس کو چاہے گا وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور عذاب کرے گا بموجب اپنے اعلان کے نہ وجوباً کیونکہ لَا يَجِبُ عَلَى اللّٰهِ شَىْءٌ خدا کے ذمے کوئی شے واجب نہیں نہ طاعت پر ثواب دینا اور نہ معصیت پر عذاب کرنا اور اس میں کسی کو بھی مجالِ دم زدن نہیں۔ کیونکہ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ۲۸۴ خدا تعالیٰ ہر شے پر جسے وہ کرنا چاہے منجملہ جن کے ثواب و عقاب بھی ہے پورا اختیار اور کامل اقتدار رکھتا ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ کے احکام شرعیہ عام مخلوق تک بلا واسطہ نہیں پہنچ سکتے بلکہ وہ خدا کے پیغمبروں کے ذریعے پہنچتے ہیں اور لازم ہے کہ اس پیغمبر کو اپنی وحی پر یقین صادق اور وثوق کامل ہو تاکہ دوسرے لوگ اس کے اثر سے متاثر ہو سکیں اس لئے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ ایمان لایا یہ رسول حاضر الوقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر اس حکم پر جو اس کی طرف اس کے پروردگار کی طرف سے بتقاضائے ربوبیت عام لوگوں کی تربیت کے لئے اتارا گیا وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور اس کی تبعیت میں اس کی تبلیغ و تلقین اور ارشاد و ہدایت سے اس کی امت کے مومن بندے بھی ان احکام پر ایمان لائے کہ وہ من عند اللہ ہیں كُلٌّ ہر ایک یعنی نبی بھی اور اس کے مومن امتی بھی اٰمَنَ بِاللّٰهِ ایمان لایا ساتھ اللہ کے جو ان احکام کا نازل کرنے والا ہے۔ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں پر بھی جو ان احکام کو پیغمبروں تک پہنچانے کا واسطہ ہیں وَكُتُبِهٖ اور اس کی جملہ کتابوں پر بھی جن میں وہ احکام مکتوب ہیں وَرُسُلِهٖ قف اور اس کے رسولوں پر بھی جن کے ذریعے سے خداوند تعالیٰ کے وہ احکام اس

وَقَالُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

اور کہا انہوں نے ہم نے سن لیا اور حکم مان لیا، تیری بخشش مانگتے ہیں اے رب ہمارے اور طرف تیری ہی ہے بازگشت ۲۸۵

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا

نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی ایک جی کو مگر اس کی طاقت پر اسی کو ملتا ہے جو کمایا اس نے اور اسی پر پڑتا ہے

مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

جو کیا اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوک جائیں۔

کے بندوں تک پہنچائے گئے اس ایمان وتصدیق قلبی کے بعد وہ زبان سے بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا خدا کے سب پیغمبروں پر ایمان ہے یہود ونصاریٰ کی طرح بعض پر ایمان اور بعض سے انکار کر کے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۔ ہم خدا کے کسی رسول کے درمیان جدائی نہیں ڈالتے خواہ کسی زمانہ اور کسی قوم میں معبوث ہوا ہو۔ اور عمل کے لئے قَالُوا انہوں نے کہا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے تیرے پیغمبر برحق کی زبانی تیرے احکام کو سن لیا اور قبول کر کے اَطَعْنَا فرمان بجا لائے۔ ہم یہود کی طرح سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا کہنے والے نہیں ہیں بلکہ ہمہ تن گوش ہو کر بار بردوش ہیں اور ہم کو اپنی اس آمادگی پر غرور و گھمنڈ نہیں ہے بلکہ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار ہم تیری ربوبیت کا واسطہ دے کر اپنی تقصیرات پر تیری بخشش طلب کرتے ہیں کیونکہ کون ہے جو تیری نعمتوں کے مقابلہ میں شکر ادا کر سکے اور کون ہے جو تیری شان کے لائق طاعت بجا لا سکے اور خواہ کچھ بھی ہو آخر کار اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۔ تیری ہی طرف بازگشت ہے یعنی دنیا کی رہائش عارضی ہے دنیا روز سے چند آخر کار با خداوند۔ شریعت کے احکام جو اس سورت میں مذکور ہیں بہت ایسے بھاری نہیں ہیں کہ طاقت سے باہر ہوں۔ بلکہ عام طور پر شرعی قانون یہی ہے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ حکم شرعی کے متعلق خدا تعالیٰ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر اس کی طاقت کے خواہ وہ حکم کسی واجب کے بجا لانے کے متعلق ہو مثلاً نماز، روزہ، حج، اور زکوٰۃ خواہ کسی امر کے ترک کے متعلق ہو۔ مثلاً کفر شرک، بدعت، بدکاری، حرام خوری وغیرہ وغیرہ یہ احکام اگر انسانی برداشت سے بالاتر ہوتے تو کروڑوں انسان جو سابقہ زمانوں میں بجا لاتے رہے اور آئندہ بجا لاتے رہیں گے کس طرح عمل کر سکتے اور عمل کرینگے اور اگر کسی عارضہ کے سبب کسی خاص حکم کے متعلق کسی کو کوئی خاص عذر ہے تو شریعت میں اس کے لئے سوائے شرک کے سہولت و رعایت رکھی گئی ہے پس لَهَا مَا كَسَبَتْ واسطے اسی (نفس) کے فائدے کے لئے ہے جو کمایا اس نے وَعَلَيْهَا اور اسی کے ذمے ہے مَا اكْتَسَبَتْ جو کیا اس نے رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار ہم اپنی کمزوری اور ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے تیری درگاہ بے نیاز میں سر نیاز خم کر کے

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن

اے رب ہمارے اور مت رکھ ہم پر بھاری بوجھ جیسا رکھا تو نے وہ ان لوگوں پر جو

قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفہ

ہم سے پہلے تھے اے رب ہمارے اور مت اٹھوا ہم سے وہ چیز کہ نہیں طاقت ہم کو اس کی اور معاف کر ہم سے

وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى

اور بخش ہم کو اور ہم پر رحم کر تو ہی ہے مولیٰ ہمارا پس مدد کر ہماری کافر

الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ ۲۸۶

لوگوں پر

کہتے ہیں کہ لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا ہم کو گرفت نہ کرنا اگر ہم کسی حکم کی بجا آوری میں غفلت کے سبب بھول جائیں اَوْ اَخْطَاْنَا یا ہم کسی امر میں چوک جائیں کیونکہ ہم انسان ہیں اور آدم زادہ ہیں۔ نسیان ہماری سرشت میں ہے۔ بسا اوقات ہم سے غلط فہمی کی وجہ سے خطا بھی ہو جاتی ہے۔ رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار ؤ ہماری ایک اور التجا بھی ہے کہ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا شریعت کے احکام میں نہ رکھنا ہم پر بھاری بوجھ کَمَا حَمَلْتَهٗ جس طرح رکھا تو نے وہ بوجھ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا اوپر ان لوگوں کے جو ہم سے پہلے تھے یعنی یہود و نصاریٰ کہ بعض احکام ان کے لئے بھاری تھے رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار ؤ اور تیری مہربانیوں پر نظر کر کے ہم ایک اور عرض بھی کرتے ہیں کہ اس دنیوی زندگی میں لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ بلیات و آفات کا وہ بوجھ ہمکو نہ اٹھوا جس کی برداشت کی ہم کو طاقت نہ ہو تا کہ ہم سے دامن صبر نہ چھوٹ جائے وَاعْفُ عَنَّا وقفہ اور معاف کر ہم سے قصور ہمارے ان امروں میں جو کرنے کے تھے اور ہم نہ کر سکے یا غلط طریق پر کر گئے وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ اور بخش دے ہم کو گناہ ہمارے ان امروں کے متعلق جو منع تھے اور ہم شامت نفس سے کر بیٹھے وَارْحَمْنَا اور علاوہ معافی اور بخشش کے ہم پر رحم بھی کرنا کہ ہم پر تیری عنایتیں بھی ہوں۔ وقفہ یہ دعائیں اور التجائیں تیری درگاہ اقدس میں ہم اس لئے پیش کر رہے ہیں کہ اَنْتَ مَوْلٰنَا تو ہمارا مولیٰ اور والی ہے اور مولیٰ اور والی کا کام ہے کہ مخالفوں کے مقابلہ میں اپنے

غلاموں اور دوست داروں کی مدد کرتا ہے فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۲۸۶ سو تو کافر لوگوں پر ہماری مدد کر جو تیرے اور تیرے دین اور تیرے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تابعدار مومنوں کے مخالف ہیں۔ آمین

الحمد للہ کہ سورت بقرہ کی تفسیر اللہ کے فضل سے ختم ہوئی

تفسیر تیسیر الرحمٰن پارہ اول و دوم

یعنی مولٰنا سیالکوٹی کی اس تفسیر کا پہلا پارہ جو ۲۴۸ صفحات کا ہے تین روپیہ قیمت پر اور دوسرا پارہ جو ۲۳۲ صفحات پر چھپا ہے تین روپیہ قیمت پر مل سکتا ہے۔ نیز اسی تیسرے پارہ میں ختم نبوت پر جو مضمون آپ نے لکھا ہے وہ الگ کتابی صورت میں چھپ گیا ہے۔ احباب کا فرض ہے کہ اس کی اشاعت بڑھائیں۔ اور زیادہ سے زیادہ منگوا کر اپنے اپنے حلقہ میں تقسیم فرمائیں اس کی قیمت صرف ۶/ ہے۔

ملنے کا پتہ

منیجر مسلمان کمپنی۔ سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ پنجاب پاک

عُمْدَۃُ الْبُرْہَانِ

فی تفسیر

سورۃ آل عمران

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزِیْزِ السُّلْطَانِ ، جَلِیِّ الْبُرْہَانِ ، عَظِیْمِ الْفَضْلِ عَمِیْمِ الْاِحْسَانِ ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَحَبِیْبِہٖ مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنَ ، ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ، اَلَّذِیْنَ بَلَّغُوْا ھُنَّ فِیْ اَقَاصِی الْبُلْدَانِ ، وَاَدَاؤُھَا بِالسِّنَانِ وَاللِّسَانِ ، وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ ، مَادَارَ الدَّوَرَانُ وَدَامَ الْقُرْاٰنُ ،

اَمَّا بَعْدُ

عرضِ حال ومدعائے مقال

(۱)۔ سورت البقرکی تفسیر بنام تحفۃ البررۃ (خدا کی توفیق سے) باوجود میری گوناگوں علالتوں کے بروز چہارشنبہ بوقت عصر بتاریخ ۲۰ صفر ۱۳۶۸ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۴۸ء ختم ہوگئی تھی۔

(۲)۔ اس کے بعد ہولناک پریشانیوں اور خطرناک طویل بیماریوں میں تاحال مبتلا چلا آتا ہوں۔ شکر ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے (جس کی حکمت وہی جانتا ہے) مجھے شفا دیدیتا رہا ہے۔

(۳)۔ حالاً بعد از رمضان ۱۳۶۹ھ (دمہ کھانسی اور بخار کی بیماری) سے جو کئی ماہ تک رہی بہت ضعیف ہوگیا ہوں۔ ضعف پیری اس پر مزید ہے۔ مسجد تک بھی بآسانی نہیں جاسکتا۔ بصارت بہت کمزور

ہو گئی ہے۔ بائیں آنکھ سے لکھنا پڑھنا تو کجا کسی کی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی۔ اور دائیں آنکھ سے بھی سوائے کافی روشنی کے کچھ پڑھ نہیں سکتا اور دور سے تو اس سے بھی صورت نہیں پہچان سکتا۔

(۴)۔ اب افسوس کرتا ہوں اور حسرت میں لکھتا ہوں کہ یہ کام باوجود عباب کے اصرار لیبار کے قوت کی عمر میں کیوں شروع نہ کیا۔ اسی اور سیٹر بن میں اب عزم کر لیا ہے (اور خدا تعالیٰ مجھے اس پر استقامت بخشے) کہ حاشیہ کے تمام کام چھوڑ کر اور ہر طرف سے منہ موڑ کر (الا ما اضطررتم الیہ) صرف دو لمروں کو تکمیل کروں۔

اوّل:۔ خدمت قرآن میں جو کتابیں شروع کر رکھی ہیں۔ ان کی تکمیل

دوم:۔ سیرت المصطفیٰ جلد سوم اور ترجمہ قصیدہ بردہ و قصیدہ فرزدق کا اتمام

(۵)۔ سو آج ۵ نومبر ۱۹۵۰ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۷۰ھ کو کہ اتفاق سے چہار شنبہ کا دن ہے یہ دیباچہ لکھ رہا ہوں (کامل دو سال ضائع گئے فانا للہ)

اب خدا سے کہ میری جملہ خطیات و تقصیرات پر پردہ ڈالتے ہوئے اس گرانبار کام میں میری مدد کرے اور ہر اتقی [illegible] مراد اور اپنے رسول پاک صلعم کے بیان کے اس تفسیر اور دیگر کاموں کو پورا کرا دے و ذرحوالله تعمیل اتقال [illegible] سو میں لغو لئے

ضمیر دل خویش بتو گویم کہ خداوند منی یا نہ گویم کہ تو خود مطلعی بر اسرار

اُس کی درگاہ عالی میں ان الفاظ میں التجا کرتا ہوں۔

دعا بتضرع و ابتہال بدرگاہ خدائے ذی الجلال

خدائے عزیز و قوی	بندۂ ملتجی	نمبر شمار
تو میرا ساتھی اور سہارا بن۔	خداوندا! میں اکیلا ہوں	۱
تو مجھے قوت و ہمت دے،	خداوندا! میں ضعیف ہوں	۲
تو مجھے صحت بخش،	خداوندا! میں علیل ہوں	۳
تو مجھے فراغت نصیب کر،	خداوندا! میں کثیر الاشتغال ہوں	۴
تو میرے سب ہموم و غموم دور کر دے	خداوندا! میں متفکر و غمزدہ ہوں	۵

اور میری زندگی کے یہ آخری ایام اعمالِ صالحہ اور ذخیرۂ عاقبت کی تیاری اور اپنی کتاب کی خدمت اور اپنے رسول پاک صلعم کے سوانح قدسیہ کی نگارش میں مصروف رکھ۔ آمین۔ یا رب العالمین

مَیں ہوں تیرا بندۂ گنہگار۔ قبر اور حشر میں قرآن مجید کے ساتھ کا طلبگار۔ اور تیرے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا امیدوار

حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

یکم ماہ صفر ۱۳۷۰ھ۔ ۱۵ ماہ نومبر ۱۹۵۰ء

سورت آلِ عمران

یہ سورت مبارکہ مدینہ شریف میں اُتری ۔اس کی بعد بسم اللہ کے دوسو ایک آیات اور بیس رکوع ہیں۔

۱۔ وجہ تسمیہ۔ عمران حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نانا کا نام ہے۔ اس سورت میں حضرت عیسٰی کی والدہ یعنی حضرت مریمؑ کی ولادت اور فضیلت اور پھر حضرت عیسٰیؑ کی ولادت بلا پدر اور ان کی رسالت و معجزات اور تبلیغ رسالت اور تعلیم توحید سے عیسائیوں کے اوہام کا ابطال کیا گیا ہے۔ اور یہ مسائل اس سورت کا خاص مضمون ہیں۔ اس لئے اس کا نام سورت آلِ عمران رکھا گیا۔ یعنی عمران علیہ السلام کی اولاد کے متعلق مسائل کے بیان والی سورت۔ چنانچہ شروع مضمون اس طرح ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ (ع)

۲۔ فضائل۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ تم دونوروں کو یعنی سورت بقرہ اور سورت آلِ عمران کو پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ قیامت کے دن (پڑھنے والے کے سر پہ) مثل دو بادلوں کے ہو کر آئیں گی۔ (حصن حصین یوسفی ص ۲۱۳) ۱۲

۳۔ شانِ نزول۔ ۹ھ میں علاقہ یمن کے شہر نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول خدا صلعم کی خدمت میں آیا۔ اور حضرت عیسٰیؑ کی ابنیت و الوہیت کے متعلق گفتگو کرنی چاہی۔ خدا تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدائی اسی سے کچھ اوپر آیات نازل فرمائیں جو اس امر میں فیصلہ کن ہیں

۴۔ سوچ کا مقام۔ اس گفتگو میں جو باتیں پیش کی گئیں وہ تفسیر معالم وغیرہ میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ آنحضرت صلعم اُمّی تھے۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ نہ توریت و انجیل کا علم تھا۔ نہ دیگر صحفِ انبیاء سے واقف تھے۔ صحابہؓ میں سے بہت سے جلیل القدر اصحاب لکھے پڑھے تھے بعض توریت سے بھی واقف تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما۔

دوسری طرف عیسائی لکھے پڑھے تھے ان میں ایک لاٹ پادری (LORD BISHIP) بھی تھے۔ جبہ و دستار اور فاخرہ لباس سے ملبوس ہیں۔ سونے کی انگشتریاں پہنے ہوئے ہیں۔ غرض ظاہر میں خوب بن ٹھن کر آئے ہیں لیکن آنحضرت صلعم اپنے لکھے پڑھے صحابہؓ میں سے کسی کو بھی پیش نہیں کرتے۔ الٰہی نازل شدہ آیات کے خلاصہ مضمون کو ذہن میں رکھ کر ان سے ایسے سوال کئے ہیں کہ وہ بمصداق "جو کچھ لکھا پڑھا تھا یار نے سب کچھ بھلا دیا" حیرت زدہ ہو کر لاجواب ہو گئے۔ اَلرَّحْمٰنُ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۱۲

۵۔ ترتیب و تقسیم مضامین۔ عیسائی لوگ ملتِ ابراہیمی کے قائل ہیں۔ لیکن انہوں نے

حضرت عیسیٰؑ نبی اللہ کو خدا اور خدا کا فرزند کہنا از خود بنالیا تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے اس سورت کی ابتدائی آیات میں بطور توطیہ تمہید کے توحید کا مسئلہ براہین قاطعہ سے واضح کیا کہ خدائی کے لائق صرف حی قیوم ایک ذات ہے۔ چنانچہ اس کے شروع ہی میں فرمایا۔ الٓمٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

۲۔ اس کے بعد رسالتِ محمدی کی دعوت کے ضمن میں جنگِ بدر میں خدائی نصرت کے نظارے کی طرف توجہ دلائی ہے جس کے لئے آنحضرت صلعم نے حضرت خالد بن ولید کو اس علاقہ میں بھیجا تھا۔ اور اسی کے اثر سے یہ وفد مدینہ طیبہ آیا تھا۔

۳۔ اس کے بعد ملتِ ابراہیمی کی تنقیح میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مشرکینِ عرب کو اسلام کی دعوت دی ہے کہ تم سب ملتِ ابراہیمی سے ہٹ گئے ہو توبہ کرو۔

۴۔ اس کے بعد آلِ عمران کے فضائل کے ضمن میں حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت اور حضرت زکریا علیہ السلام کی ان کی پرورش میں کفالت کے ذکر میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت کا ذکر کیا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بلا پدر کے امکان کو سمجھانے کے لئے ہے۔ پھر حضرت مریم کی فضیلت ان کے زہد و عبادت کے کمال اور ان کو فرشتوں کی معرفت حضرت عیسیٰ کی ولادت کی خوشخبری اور ان کی رسالت اور باذن خدا معجزات کا ذکر کیا۔ جو لازمۂ رسالت ہیں۔ پھر ان کی تبلیغ و تعلیم توحید صاف صاف اور واضح الفاظ میں بیان کی اور پھر یہود کے ارادہ قتل اور اس میں خدائی نصرت اور ان کے رفع آسمانی کا ذکر کیا اور ان کی ولادتِ بلا پدر کی مثال میں حضرت آدمؑ کی پیدائش کی طرف توجہ دلا کر ہر قسم شبہات کو جنسے نصاریٰ کو حضرت عیسیٰ کے الٰہ اور ابن خدا ہونے کا وہم پڑا تھا۔ دور کیا ہے اور اخیر پر اتمام حجت کے لئے فرمایا۔ کہ اگر انسانی عقل اور دلائل سے فیصلہ نہ کرسکو تو آؤ یہ فیصلہ خدا پر چھوڑ دیں کہ اس کے حضور میں تضرع و ابتہال سے دعا کریں کہ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرکے اپنے دستِ قدرت سے فیصلہ کردے۔ اس پر عیسائیوں کا وہ وفد ڈر گیا اور جزیہ دینا قبول کرکے اور صلح کرکے واپس چلا گیا۔ جیسا کہ کتب سیرت و حدیث و تفاسیر میں بالتفصیل مذکور ہے۔

۵۔ اس کے بعد مکرر ملتِ ابراہیمی کی تحقیق و تدقیق کرکے ثابت کیا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکینِ عرب ملتِ ابراہیمی کے قائل تو ہیں۔ لیکن اس پر قائم نہیں ہیں۔ ملتِ ابراہیمی پر حقیقی طور پر وہ لوگ تھے جو ان کے وقت میں ان کے پیرو تھے اور اب اس عہد میں بر حاضر الوقت نبی محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور اس کے ساتھ کے مومن یعنی اس کے اصحاب ہیں اور بس۔

۶۔ اس کے بعد چوتھے پارے سے خانۂ کعبہ اور حج کا ذکر شروع ہوجاتا ہے۔ جو ملتِ ابراہیمی کا سب سے

بڑا نشان ہے۔ وہ نماز کا قبلہ بھی ہے۔ حج اور عمرہ کے لئے طواف گاہ بھی ہے۔ مکہ ہی کی زمین میں ابراہیم علیہ السلام کی یادگار رہتی ہے۔ جو حضرت اسمعیل علیہ السلام کی قربانگاہ ہے۔ یہ وہی گھر ہے جس کے بناتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ (البقرہ پ۱ ع ۱۵) یعنی اے ہمارے رب ان کی لوگوں میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث کرنا جو انہی میں سے ہو۔ سو اس کے مطابق نبی آخرالزمان اسی شہر مکہ میں انہی لوگوں میں سے مبعوث ہوئے اور انہی کی نبوت کی طرف خدا تعالےٰ نے ملت ابراہیمی کے قائلین یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کو توجہ دلا رہا ہے کہ آنے والا تو آگیا ہے۔ اسے قبول کرو اور ملت ابراہیمی سے انحراف نہ کرو۔

۷۔ اس کے بعد دوسرے رکوع میں مسلمانوں کو فہمائش کی کہ اب جو تم نے اس نبی آخرالزمان کی معرفت حاصل کر کے ملت ابراہیمی کا صحیح راستہ معلوم کر لیا ہے اور جاہلیت کی جملہ رسوم چھوڑ کر اسلام کے رشتہ اخوت میں منسلک ہو کر متحد ہو گئے ہو تو یہود و نصاریٰ کے بھڑے میں نہ آجانا۔ جنہوں نے فرقہ فرقہ ہو کر وحدت اسلامی کو پاش پاش کر دیا اور ان کی بداندیشیوں کی مطلقاً پرواہ نہ کرنا کیونکہ جب تک تم دامن محمدی کو پکڑے رکھو گے وہ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے

۸۔ اس کے بعد فرمایا کہ سب اہل کتاب یکساں نہیں ہیں۔ ان میں سے بعض ایمان لا چکے ہیں۔ جو خدا یاد، تہجد گزار اور صالحین ہیں

۹۔ اس کے بعد دور تک مسلسل جنگ اُحد کا ذکر مع ضروری ہدایات کے چلا جاتا ہے۔ اس کے متعلق یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جنگ اُحد ۳ھ میں ہوئی۔ اور نجرانی عیسائیوں کا یہ وفد جن کے جواب کے لئے سورت آل عمران اتری ۹ھ میں آیا۔ گو یا جو واقعہ چھ سال قبل واقع ہو اس کی متعلقہ آیات جو اسی وقت بطور تنبیہات کے نازل ہوئی تھیں۔ ان کو اس سورت میں کیوں منضم کیا ؟ اس کے **جواب** کے لئے اس عاجز نے تین دن رات تک مختلف کتب تفسیر و حدیث وسیرت کی ورق گردانی نہایت تعمق نظر سے کی آخر خدا تعالےٰ نے فضل کیا۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ مدینہ شریف میں ایک شخص تھا ابو عامر نام۔ تھا تو عرب لیکن اس نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا۔ اور ٹاٹ کے کپڑے پہن کر راہب (تارک الدنیا درویش) ہو گیا تھا۔ اُسے ابو عامر راہب کہتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے جب ہجرت کر کے مدینہ شریف کو شرف اقامت بخشا اور اس کے دوسرے سال جنگ بدر ہوئی۔ اور اس میں کفار قریش کو شکست فاش ہوئی تو یہ راہب حسد سے جل گیا اس نے رسول کریم صلعم سے ملاقات کر کے ملت ابراہیمی کے متعلق گفتگو بھی کی جس میں عاجز آگیا تو اپنی رہبانیت کے گھمنڈ میں دعا کی۔ اَمَاتَ اللّٰهُ الْكَاذِبَ مِنَّا طَرِيْدًا شَرِيْدًا وَحِيْدًا غَرِيْبًا

یعنی جو ہم میں سے جھوٹا ہے خدا تعالیٰ نے اس کو دھتکارا ہوا۔ راندا ہوا۔ اکیلا کر کے اور اس کے وطن سے دور دور لے جا کر ہلاک کرے"۔ رسول خدا صلعم نے اس کی اس دعا پر کہا آمین اور اس کا نام رکھا ابو عامر فاسق (نافرمان۔ بے عمل) کیونکہ اس نے خدا کے رسول کا مقابلہ کیا اور یہ روش آئین درویشی کے خلاف ہے۔ بلعم بن باعور کیوں ہلاک ہوا۔ اس لئے کہ اس نے بھی خدا کے رسول موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا تھا۔ (تفاسیر)

جب اُحد کی لڑائی ہوئی تو ابو عامر نے علانیہ رسول خدا صلعم سے کہا کہ میں جس قوم کو پاؤں گا اس کے ساتھ ہو کر آپ سے جنگ کروں گا۔ چنانچہ وہ شریک جنگ ہوا اور جنگ حنین تک برابر کفار کے ساتھ ہو کر آپ سے جنگ کرتا رہا۔ جب اس جنگ یعنی حنین کی لڑائی میں ہوازن (فریق مقابل) کو شکست ہو گئی تو ہر طرف سے مایوس ہو کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ اور اُدھر ہی ذلیل و خوار ہو کر مر گیا۔

چونکہ ابو عامر راہب عیسائی تھا اور اس نے رسول خدا صلعم سے مباہلہ بھی کیا اور جنگ احد میں کفار قریش کا ساتھ بھی دیا تھا۔ اس لئے جنگ اُحد کے واقعات کو یا عیسائیوں کی آمد اور مباہلہ کے ذکر کو اُحد کے ساتھ منضم کیا۔

هٰذَا مَا تَحَقَّقَ عِنْدِیْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَسْرَارِ کِتَابِهٖ وَتَرْتِیْبِ اٰیَاتِهٖ۔

خاتمہ سورت: یعنی آخری رکوع میں مناظر قدرت سے توحید کا ثبوت بیان کیا ہے جو اس سورت کا اصل مقصد ہے اور توحید پر جمے رہنے کی صورت میں مصائب کا نزول اور خدا کی رضا کے لئے اور دین کو دنیوی فوائد و مال و متاع اور گھر بار اور وطن سے ہجرت بھی کرنی پڑتی ہے اور مخالفین سے جنگ بھی چھڑ جاتی ہے۔ جیسے کہ بدر اور احد کی لڑائیاں ہوئیں۔ اس لئے بالاجمال ان باتوں کا بھی ذکر کیا اور اخیر پر فرمایا کہ اہل کتاب میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو کتب سابقہ پر ایمان رکھنے کے ساتھ قرآن شریف پر بھی ایمان لے آئے ہیں۔ جیسا کہ چوتھے پارے کے تیسرے رکوع آیت لَیْسُوْا سَوَآءً میں فرمایا تھا۔ پھر جنگوں میں صبر و استقامت سے مقابلہ کرنے پر سورت کو ختم کر دیا۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ مَا اَتْقَنَ وَاَحْسَنَ تَرْتِیْبَ اٰیَاتِ کِتَابِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی حُسْنِ تَفْهِیْمِهٖ وَتَوْفِیْقِهٖ

وَاَنَا عَبْدُهُ الْمُذْنِبُ

محمد ابراہیم میر السیالکوٹی

صفر ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۹۵۰ء

شروع تفسیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

خدائے رحمٰن و رحیم کے نام سے (شروع)

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

الٓمّٓ اللہ ہی ہے اُس کے سوا کوئی حقدارِ عبادت نہیں ہے

بِسْمِ اللّٰهِ اللہ کے نام سے (شروع) جو الوہیت میں منفرد ہے الرَّحْمٰنِ عام رحمت کرنے والا ہے جس نے یہ جامع اوصاف کتاب نازل فرمائی۔ جو حق و باطل میں تمیز سکھاتی اور عقلاً و کشفاً حقائق پر مطلع کرتی اور علومِ حقہ اور اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ فاضلہ کی ہدایت کرتی اور حجابات کو دور کر کے باطل اوہام اور اشتباہات کو زائل کر دیتی ہے الرَّحِيْمِ ۝ وہ رحمت خاصہ سے بھی متصف ہے اس نے اپنی عنایت خصوصی سے از روئے کرامت و بخشش نہ بوجہ استحقاق اپنے بعض صالح بندوں کو بعض انعامات سے مخصوص کیا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔

الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ ۔ الٰہ جو ذاتی طور پر لازم الوجود ہے اور جملہ تغیرات اور حوادث سے منزہ ہے۔ اللہ ہی ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے سوا کوئی بھی حقدارِ عبادت نہیں۔ کیونکہ دیگر سب اپنی ذات کی ہستی اور بقا میں سلسلۂ اسباب کے محتاج ہیں۔ اور سلسلۂ اسباب خدائے جبار و قہار کے اختیار میں ہے۔ اسی طرح ان کی صفات بھی خدا کی عطا کردہ ہیں ذاتی نہیں ہیں۔ اور وہ محدود دائرہ تک ہیں۔ پس خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہو سکتا۔ نیز چونکہ الٰہ اُسے کہتے ہیں جسے غایت کمال حاصل ہو۔ تو جب خدا کے سوا سب کوئی محتاج ہوا تو غایت کمال کہاں پایا گیا فافہم و لا تکن من القاصرین الغافلین۔

ؔ جمہور قاریوں نے میم کو فتح دے کر لفظ اللہ کے ساتھ ملا کر پڑھا ہے (معالم) اسی لئے الٓمّٓ کو مبتدا اور اللّٰهُ کو اس کی خبر بنا کر اس جگہ حروف مقطعات کو الٰہ، لازم الوجود اور منزہ کے رموز بتایا گیا ہے۔ اس کے سوا بعض نے دیگر صفات و اسمائے الٰہیہ کی رمزیں بھی ذکر کی ہیں: مثلاً ازلی۔ ابدی۔ لطیف۔ مجید۔ منّان (رحمانی وغیرہ) ۲ منہ ۱۱۱ اللھم اغفر لکاتبہ و لمن سعٰی فیہ و لوالدیھم اجمعین۔

الْحَيُّ الْقَيُّومُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا

زندہ قائم نازل کی آپ پر یہ کتاب ساتھ حق کے تصدیق کرنے والی

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ

اس کی جو اس سے پہلے ہے اور نازل کی اس نے توریت اور انجیل ۳ اس سے پہلے

هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ط

لوگوں کی ہدایت کے لئے اور اتارے معجزے بھی

الْحَيُّ بذات خود زندہ الْقَيُّومُ کل کائنات کا سنبھالنے والا نَزَّلَ آہستہ آہستہ نازل کی عَلَيْكَ اوپر آپ کے والے ہمارے سب سے بڑے مظہر اور سب سے کامل پیغمبر الْكِتٰبَ یہ جامع صفات کتاب حقانی حسب مصلحت و تقاضائے وقت تاکہ حفظ میں بھی سہولت ہو اور سمجھنے میں بھی دقت نہ ہو اور عمل میں بھی عام لوگوں پر تمام احکام کا بوجھ یکدم نہ پڑے اور اس میں بعض واقعات پیش افتادہ کے متعلق جو تنبیہات ہیں جب تک وہ واقع نہ ہو جائیں۔ ان کے متعلق وہ تنبیہات موزوں نہیں۔ واقع ہو جانے پر ان تنبیہات سے حفظ واقعہ اور فہم معانی اور تقرر عمل کی قسم کے کئی علمی فائدے حاصل ہوں گے جو اہل معنی کے لئے بصیرت دل و رباطن کے حصول کا موجب ہوں گے اور اس کو اتارا بھی تو بِالْحَقِّ ساتھ حق کے جو کچھ مذکور ہے وہ حق ہے۔ اس میں باطل کو دخل نہیں اور نہ اس میں شک اور تردد کی کوئی بات ہے۔ کیونکہ یہ کمال کے غایت درجے یعنی اعجاز پر پہنچی ہوئی کتاب ہے اور ایسے حال میں اتاری کہ وہ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ تصدیق کرنے والی ہے۔ اس (کتاب الٰہی) کی جو اس سے پیشتر (نازل شدہ) ہے۔ وَ اور خاص کر أَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ اتاری توریت (موسیٰ علیہ السلام پر) وَالْإِنْجِيلَ ○ اور اتاری انجیل (عیسیٰ علیہ السلام پر) مِنْ قَبْلُ پہلے اس (کتاب قرآن مجید) کے هُدًى لِّلنَّاسِ ہادی (یا موجب ہدایت) بنا کر لوگوں کے لئے تاکہ وہ خدا کی رضامندی کا رستہ معلوم کر سکیں۔ پس لوگوں کی راہنمائی کے لئے پیغمبروں پر کتاب کا نازل کرنا ہماری سنت مستمرہ ہے جس کے مطابق یہ جامع اوصاف آخری کتاب نازل کی ہے وَ اور ان پیغمبروں کی تصدیق کے لئے أَنْزَلَ الْفُرْقَانَ نازل کئے معجزات بھی تاکہ سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں فرق ہو جائے۔[۵]

[۵] فرقان سے مراد معجزات بھی ہو سکتے ہیں اور قرآن شریف بھی لیکن قرآن شریف کا ذکر صدر آیات میں آ گیا ہے اور اسی کے ضمن میں توریت و انجیل کا نزول بطور سنت مستمرہ کے ذکر کیا ہے اس سے معجزات کا مراد ہونا انسب و اوفق ہے جیسے کہ سورت انبیاء پ۱۷ ع۴ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے ذکر میں فرمایا۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسٰى وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ کہ اس جگہ فرقان سے مراد معجزہ ہیں (شاہ رفیع الدین صاحب) ۱۲ منہ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ

تحقیق جن لوگوں نے انکار کیا خدا کی نشانیوں سے ان کے لئے عذاب ہے سخت

وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۴ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ

اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے بے شک اللہ نہیں پوشیدہ رہتی اس پر کوئی شے

فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝۵ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ

زمین میں اور نہ آسمان میں ہے وہی ہے جو تمہاری صورتیں بناتا ہے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ تحقیق جن لوگوں نے انکار کر دیا خداتعالیٰ کی آیات سے اور ان کی تصدیق نہ کی اور اصرار کرتے کرتے اسی حالت پر مرگئے عام اس سے کہ وہ نشانات خدا کی قدرت کے آثار سے ہیں یا خدا کے رسولوں کے معجزات کی جنس سے ہیں یا خدا کی کتاب کی جزو ہیں جن میں خدا کے احکام امر و نہی مذکور ہیں لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ان کے لئے سخت عذاب (تیار رکھا) ہے بمقابلہ ان کے انکار کی شدت کے وَاللَّهُ اور اللہ جل شانہٗ جو جامع جمیع صفات کمال ہے جس کی نشانیوں سے انہوں نے انکار کیا کوئی ضعیف ہستی نہیں بلکہ عَزِيزٌ غالب زبردست ہے جو چاہے کر سکتا ہے اور ذُو انْتِقَامٍ ۝ اپنے رسولوں کی حمایت کے لئے اور منکروں کی سزا کے لئے اپنی نافرمانی کا بدلہ لینے والا ہے۔ پس اے ہمارے سچے پیغمبرؐ آپ ان منکروں کی موجودہ ٹیپ ٹاپ کو نہ دیکھیں۔ اگر یہ کفر سے باز نہ آئے یا کم از کم ماتحت بھی نہ ہوئے تو ہم آپ کی نصرت میں ان سب سے بدلہ لے کر ہی رہیں گے۔ اور آپ ان کی خفیہ تدبیروں کی بھی پرواہ نہ کریں إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ بے شک خداتعالیٰ پر کوئی شے بھی مخفی نہیں رہ سکتی فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝ نہ زمین میں اور نہ آسمان میں کیونکہ اس کا علم محیط کل ہے۔ اس کے سوا کسی دوسرے کی یہ شان نہیں اور اس کی قدرت اور حکمت کی یہ شان ہے۔ کہ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ وہی ہے جو تمہاری صورتیں بناتا ہے کسی کھلی جگہ پر مسالہ تھوپ تھوپ کر نہیں۔ بلکہ فِي الْأَرْحَامِ تمہاری ماؤں کے رحموں میں تین اندھیرے پردوں کے اندر، جہاں نہ کوئی اوزار استعمال ہو سکتا ہے نہ کوئی مسالہ لگایا جا سکتا ہے۔[1] اور وہ صورتیں خاص خاص وضع میں اتفاقاً نہیں بنتی۔ بلکہ وہی ان کو اپنے ارادے

[1] جیسا کہ سورت زمر پ ۲۳ ع میں فرمایا يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّن بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ۝ یعنی (وہ خدا) پیدا کرتا ہے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں (باقی بر صفحہ ۵۹)

فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

رحموں میں جیسی چاہتا ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی غالب ہے حکمت والا ہے

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ

وہی ہے جس نے اتاری آپ پر یہ کتاب اس کی بعض آیتیں محکمات ہیں

هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ

کہ وہ اصل ہیں (اس) کتاب کا

اور حکمت سے بناتا ہے كَيْفَ يَشَآءُ جیسی چاہتا ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی صورت اس کی والدہ مریمؑ کے رحم میں بنائی جیسی خدا نے چاہی۔ اس میں نہ تو حضرت عیسیٰ کا دخل ہے۔ نہ ان کی والدہ کا۔ پس وہ الٰہ نہیں ہو سکتے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس ایک معبود کے سوا جس کی شان ایسی ہے۔ کوئی دوسرا معبود نہیں ہو سکتا کیونکہ الْعَزِيْزُ ہر شے پر قادر و غالب اور اپنی ہر صنعت میں الْحَكِيْمُ ۝ باحکمت وہی ہے۔ کسی دیگر میں نہ ایسی قدرت ہے اور نہ حکمت هُوَ الَّذِيْٓ وہ اللہ وہی تو ہے جس نے اَنْزَلَ نازل کی اپنے مقام عظمت سے عَلَيْكَ اوپر آپ کے (اے ہمارے مظہر اتم ؐ!) الْكِتٰبَ یہ جامع اوصاف کتاب مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ کہ اس کی بعض آیات محکمات ہیں کہ وہ اپنے معنی اور مراد پر واضح الدلالۃ اور غیر مبہم ہیں اور ایسی محکم و استوار ہیں کہ مصروف عن الظاہر ہو کر اپنے محمل سے سرک نہیں سکتیں هُنَّ وہ محکمات باوجود کثرت کے ایک جنس ہو کر اُمُّ الْكِتٰبِ جڑ ہیں کتاب کی۔ اور ان محکمات کے سوا۔

(بقیہ حاشیہ ص۵۸) ایک حالت سے دوسری حالت میں بدل کر تین اندھیروں یعنی تین پردوں (پیٹ کا پردہ اور رحم کا اور مشیمہ کا) یہی ہے اللہ جو تمہارا رب ہے (حقیقی) بادشاہی اسی کی ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہو سکتا۔ پس (ان باتوں کے بعد) تم کدھر پھیرے جاتے ہو۔ ۱۲ منہ (حاشیہ صفحہ ہذا) ۱؎ جیسا کہ سورت انفطار پ۳۰ میں فرمایا اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۝ یعنی جس نے تجھ کو (اے انسان) پیدا کیا۔ پھر تجھے برابر بنایا۔ اور تیرے اعضاء کو مناسب صورت میں دائیں بائیں اطراف کو برابر بنایا۔ اور جس صورت میں کہ اس نے مناسب جانا تجھے ترتیب دیا ۱۲ یعنی سر کو گول بنایا اور اس میں کان آنکھیں اور منہ پیدا کیا بازو کو پھیلایا اور کہنی کے قبضے کو اندر کی طرف جھکایا۔ اور پنجے کی انگلیوں کو اکٹھا نہیں بلکہ جدا جدا رکھا اور انگوٹھے کو اس لئے الگ رکھ کر سب کے اوپر چڑھنے والا بنایا۔ پیٹ کو فراخ کیا اور انتڑیوں وغیرہ کا تھیلا بنایا۔ سینے کی ہڈیوں کو کمان دار بنایا اور ٹانگوں کو کھڑا ملنے لایا (باقی بر صفحہ ۶۰)

وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ

اور دوسری متشابہات ہیں لیکن وہ لوگ کہ ان کے دلوں میں کجی ہے پس وہ پیروی کرتے ہیں

وَاُخَرُ ہم چوں قسم کی دیگر آیات مُتَشٰبِهٰتٌ متشابہات ہیں کہ ان کے ایک معنی نہیں ہیں۔ بلکہ بعض وقت ناقص ذہنوں میں لفظی مشابہت کی وجہ سے ان کے معانی میں شبہات پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو مراد نہیں ہوتے پس اُن غیر مراد شبہات و اشتباہات کو دور کرنے کے لئے لازم ہے کہ متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹایا جائے اور ان کے معنی محکمات کے تابع کر کے سمجھے جائیں۔ جیسا کہ پودے کے جتنے بھی تنے اور جتنی بھی شاخیں ہوں ان سب کا نشوونما جڑھ سے وابستہ اور سب کا رجوع جڑھ کی طرف ہوتا ہے اسی طرح ان متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹانا لازم ہے تاکہ جڑھ اور اس کی شاخوں میں تخالف پیدا نہ ہو۔ مثلاً حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت قرآن شریف میں کہا گیا وَرُوْحٌ مِّنْهُ تو نصاریٰ نے حضرت عیسٰی کو خدا کا جز بنا دیا۔ حالانکہ ذات حق اَحَد و صَمَد ہے وہ نہ کسی کا کل ہے نہ جز۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے کہ وہ دونوں کسی دیگر کا جز ہوں پس کسی آیت کا مفہوم ایسا بیان کرنا جو خدا کی شان اَحَدِیَّت و صَمَدِیَّت اور لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کے خلاف ہو۔ سراسر باطل ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ خدا کی شان یہ ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ شوریٰ ع ۲ یعنی کوئی شے بھی اس کی مثل نہیں فَ سو ہر چند کہ یہ محکمات و متشابہات کی) تقسیم حکیمانہ ہے اَمَّا لیکن پھر بھی الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے۔ یعنی ان کی طبیعتیں راہ حق سے ہٹ کر کفریات و بدعات کی طرف مائل ہیں اور وہ کجروی ان میں بطور خلط رذیلی محفوظ ہو گئی ہے فَ پس وہ بمقتضائے طبیعت اس حکیمانہ تقسیم کو نظر انداز کر کے صحیح طریق فہم یعنی متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹائے بغیر يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ۔ وہ پیروی کرتے ہیں اور پیچھے لگ جاتے ہیں کتاب اللہ میں سے صرف اس قسم کی آیات کے جو متشابہ ہیں یعنے ان کی وجوہ کثیرہ ہیں جیسے عامیانہ نظر میں بعض وجوہ میں حق کو باطل سے یا باطل کو حق سے مشابہت ہو سکتی ہے اور وہ ایسی روشن کتاب ربانی سے ہدایت کے بدلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) اور گھٹنے کے قبضے کو پیچھے کی طرف مڑنے والا بنایا کہ قدم آگے بڑھ سکے اور چلنے میں آسانی رہے اور پاؤں چپٹے بنائے کہ قدم خوب جم سکے کیونکہ دوڑنے کی ضرورت صرف اسی وضع سے پوری ہوتی ہے۔ پھر پاؤں میں خم رکھا کہ بدن کا بوجھ اٹھا سکیں ۱۲ منہ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۱۲ منہ اللھم اغفر لکاتبہ ولمن سعی فیہ ولوالدیھم اجمعین

مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاوِيلِهِ ۚ وَمَا

ان (آیات) کی جو متشابہ ہیں اس (کتاب) میں سے واسطے چاہنے فتنہ کے اور واسطے چاہنے اس کی تاویل کے اور نہیں

يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۘ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ

جانتا اس کی تاویل مگر (ایک) اللہ اور جو پختہ ہیں علم میں وہ کہتے ہیں

وقف لازم

آمَنَّا بِهِ

ایمان لائے ہم اس پر

اِبْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ فتنہ انگیزی کے خیالات اختیار کرتے ہیں۔ یعنی دوسروں کو کفر و بدعت کی طرف لے جانے یا محکمات و متشابہات میں تخالف و تناقض کا وہم دلانے سے دین حق میں فتنہ کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں نہ کفر کی تعلیم ہے۔ نہ بدعت کی۔ اور نہ اس کی آیات میں کسی قسم کا تخالف ہے نہ تناقض وَابْتِغَاءَ تَاوِيلِهِ "اور واسطے چاہنے اس کی تاویل کے"۔ یعنی اس کی تاویل کی وجوہ کثیرہ میں سے صرف اس وجہ کو چاہتے ہیں جو ان کے ناقص فہم اور فاسد رائے کے موافق پڑے۔ وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ اور نہیں جانتا اس کی تاویل کو بطور حصر کے کوئی إِلَّا اللَّهُ سوائے خدائے علیم کل کے وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ اور جو لوگ پختہ ہیں علم میں اور کلام خدا کی عظمت و بلندی اور اپنے علم کے ضعف و قلت کو پہچانتے ہیں۔ وہ بمقتضائے اپنے علمی رسوخ کے يَقُولُونَ کہتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں۔ کہ آمَنَّا بِهِ ہم ایمان لے آئے ہیں اس (کتاب) پر تفصیلاً بھی اور اجمالاً بھی

لے خدا کی ذات کے کو الف اور اس کے کلام کے رازوں کی گہرائی کے ادراک سے اپنے آپ کو قاصر و عاجز جاننا ہی علمی رسوخ ہے۔ جیسا کہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔

اَلْعَجْزُ عَنِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی معنی میں فرض نماز کے بعد کہا کرتے تھے۔

لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ (حصن حصین) ۱۲ منہ

منطق کی کتاب قاضی مبارک میں جو کتاب سلم العلوم کی شرح ہے اس میں ایک شعر اسی ضمن میں قابل دید ہے۔

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۷﴾

سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر صاحبانِ عقل و دانش

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ

اے ہمارے پروردگار نہ ٹیڑھے کر ہمارے دل بعد اس کے کہ تو نے ہم کو ہدایت دے دی اور عطا کر ہم کو اپنے

كُلٌّ سب آیات محکمات و متشابہات مجموعۃً بھی اور انفراداً بھی حق ہیں جو نازل ہوئی ہیں مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا ہمارے پروردگار کے پاس سے جو اس نے ہماری روحانی اور اخلاقی تربیت کے لئے اپنے مظہر اتم اور فرد اکمل پیغمبر پر نازل کی۔ اگرچہ ہم اپنے قصورِ فہم اور ضعفِ ادراک اور قلتِ علم کی وجہ سے کسی آیت کی حقیقت کو پا نہ سکیں۔ کیونکہ ایسے بہت سے مسلّمہ حقائق ہیں جو انسان کے مبلغِ علم اور اس کے ذہن کی رسائی سے بالاتر ہیں۔ لیکن ہم پھر بھی ان کو مانتے ہیں اور ان سے انکار نہیں کرتے جیسے ذات و صفات خداوندی کی کُنہ اور کیفیت اور روحِ انسانی کی حقیقت وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ انسان جس طرح اپنی ذات میں محدود ہے اُسی طرح اس کی صفات علم و قدرت بھی محدود ہیں۔ پس اگر ہمارا علم کسی شے کی حقیقت کے ادراک سے قاصر و عاجز ہو تو ہمارا کوئی حق نہیں کہ اس حقیقت سے انکار کر دیں۔ کیونکہ انکار کی بنا بھی علم پر ہونی چاہیئے ورنہ اس کا نام مکابرہ ہوگا۔ اور مکابرہ شعبہ ہائے علم میں کوئی شے نہیں ہے۔ حق سبحانہٗ قیامت کے دن منکرین قرآن کو فرمائے گا اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا (پ۲۰۔ نمل۔ ع۶) یعنی کیا تم نے میری آیات کی تکذیب کر دی تھی۔ حالانکہ تم نے ازروئے علم کے ان کا احاطہ نہیں کیا تھا۔ نیز اسی کی شناعت میں فرمایا بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ (یونس۔ پ۱۱۔ ع۴) یعنی ان کفار نے اس چیز کی تکذیب کی ہے جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا۔ یعنی اس کا پورا علم حاصل نہیں کیا۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور قرآن شریف ہر چند کہ سراسر نصیحت ہے لیکن پھر بھی نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر صاحبانِ عقل و دانش پس جس کی سمجھ سیدھی ہے وہ تو بات کو پا لیتا ہے۔ لیکن جس کی سمجھ الٹی ہے وہ سیدھی بات میں بھی عجب نادانی سے کجی نکال لیتا ہے۔ سو وہ راسخین فی العلم اس امر کے لئے خدا تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا اے ہمارے پروردگار نہ ٹیڑھا کر لینے ٹیڑھا نہ ہونے دے ہمارے دلوں کو تمام حالات میں خصوصاً بعد اس کے کہ تو نے ہم کو ایمان کی راہ بتا دی وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اور عطا کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت کہ ہم ایمان پر قائم و ثابت رہیں۔

لَدُنْكَ	رَحْمَةً	إِنَّكَ أَنْتَ	الْوَهَّابُ ۝٨	رَبَّنَا	إِنَّكَ
پاس سے	رحمت	بیشک تو بہت کچھ	عطا کرنے والا ہے	اے ہمارے پروردگار	تو جمع

جَامِعُ النَّاسِ	لِيَوْمٍ	لَّا رَيْبَ فِيهِ	إِنَّ اللَّهَ	لَا	يُخْلِفُ
کرنے والا ہے تمام لوگوں کو	اس دن	میں جس میں کوئی شک نہیں	تحقیق اللہ	نہیں	خلاف کرتا

الْمِيعَادَ ۝٩	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا	لَن	تُغْنِيَ	عَنْهُمْ	أَمْوَالُهُمْ
اپنے وعدہ کو	تحقیق وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا	ہرگز نہیں	دفع کرینگے	ان سے	مال ان کے۔

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ بیشک تو ہی ہے کثرت سے عطیات عطا کرنے والا ۔ان میں سے ایک ایمان کی سلامتی اور ثابتی بھی ہے۔ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ اے ہمارے پروردگار تحقیق تو جس کی صفت محکمات و متشابہات کو جمع کرکے محکمات کی طرف لوٹا کر فیصلہ کرنے کی ہے۔ بیشک تو حق و باطل کے قطعی فیصلے اور ان پر جزا سزا کے لئے جمع کرنے والا ہے تمام لوگوں کو لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ایسے دن میں کہ اس کے واقع ہونے (میں بسبب تیرے وعدہ کے[1]) کوئی شک نہیں ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں خلاف کرتا (اپنے) وعدے کو[2] إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا تحقیق جن لوگوں نے آیات اللہ اور حقائق مسلمہ کی تصدیق سے انکار کیا اور کفر کو اپنا وطیرہ بنا لیا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ ہرگز نہیں ہٹا سکیں گے ان سے أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مال ان کے اور نہ اولادیں ان کی۔

[1] خدا کے وعدے خصوصاً وہ وعدے جو وہ اپنے رسولوں سے کرے خلاف نہیں جاتے جیسا کہ فرمایا فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ (ابراہیم۔ پ۱۳۔ رکوع اخیر) وجہ اس کی یہ ہے کہ وعدہ خلافی کے اسباب تین ہیں اور وہ تینوں ذاتِ حق کے شایانِ شان نہیں ہیں اوّل جھوٹ سو اس کی نسبت فرمایا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا (النساء پ۵ ع۱۲) دوم نادانی سے کہہ بیٹھے اور پھر پچھتائے۔ سوم پورا کرنے پر قدرت نہ ہو تو بہانہ کرے۔ سو ان دونوں کی نسبت سورت لقمان پ۲۱ ع۱ میں فرمایا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ یعنے خدا کا وعدہ سچا ہے کیونکہ وہ ہر شے پر غالب و توانا اور با حکمت ہے ۱۲منہ نہ تو خدا کی ذات میں کذب بیانی ہے اور نہ نادانی اور نہ کمزوری و ناتوانی ہے لہٰذا اس کے وعدے میں تخلف نہیں ہو سکتا ۱۲منہ [2] بسبب وعدہ کی قید سورت انبیاء پ۱۷ ع۷ کی آیت وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ سے لی ہے یعنی وعدہ جو ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے ہم اس کو ضرور پورا کریں گے اس لئے اس جگہ بھی لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ فرمایا۔ نیز سورت یونس پ۱۱ ع۱ میں بھی ذکر قیامت یا وعدہ جزائے اعمال کے موقع پر فرمایا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا یعنی وعدہ اللہ کا سچا ہے ۱۲منہ

وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ

اور نہ اولادیں ان کی اللہ سے کچھ بھی اور وہی ہیں ایندھن (دوزخ کی)

النَّارِ ﴿۱۰﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

آگ کا مثل عادت آل فرعون کی اور ان لوگوں کی جو اُن سے (بھی) پہلے ہوئے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ

کہ جھٹلایا انہوں نے ہماری آیات کو پس پکڑا ان کو خدا نے ان کے گناہوں کے سبب اور خدا سخت

مِنَ اللّٰهِ اس عذاب میں سے جو اُن پر دنیا میں یا آخرت میں خدا کی طرف سے واقع ہونے والا ہے[1] شَيْـًٔا ؕ کچھ بھی وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ﴿﴾ اور یہی لوگ آتش (دوزخ) کا ایندھن ہوں گے[2] ان کی یہ بدعادت كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ مثل عادت آل فرعون کی اور ان لوگوں کی ہے جو ان (فرعونیوں) سے بھی پہلے ہو گذرے ہیں کہ ان کو ان موجود الوقت کفار قریش اور یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے مالوں اور اولادوں کی کثرت پر ناز تھا۔ اس سبب سے كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ انہوں نے جھٹلا دیا ہماری آیات کو جو ہم نے ان کے وقت کے پیغمبروں کی معرفت نازل کی تھیں از جنس احکام شرع یا از جنس معجزات جن کی تصدیق ان پر واجب تھی۔ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ پس پکڑا اُن کو خدائے جبار نے ان کے گناہوں کے سبب جو ہر قسم کی اعتقادی اور عملی خیانتوں پر مشتمل تھے بعد کچھ مدت ڈھیل دینے کے وَاللّٰهُ اور اللہ حلیم و کریم اور غفور الرحیم ہونے کے ساتھ نافرمانوں کے لئے شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿﴾ سخت عذاب کرنے والا بھی ہے[3]۔ اس کی ہر صفت کا ظہور اپنے اپنے محل پر بالکل بجا اور درست ہے۔

[1] یہ تفصیل سورت معارج پ ۲۹ کی آیت سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ سے لی گئی ہے ۱۲

[2] جیسا کہ پارہ اول رکوع نمبر ۳ میں فرمایا وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۱۲ منہ [3] جیسا کہ سورہ حجر پ ۱۴ ع ۴ میں فرمایا نَبِّئْ عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۙ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۱۲ میرے بندوں کو خبر کر دیجیے کہ میں بخشنہار اور مہربان بھی ہوں اور یہ بھی کہ میرا عذاب دردناک عذاب ہے ۱۲ منہ نیز سورہ مائدہ پ ۷ ع ۱۳ میں فرمایا اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱۲ منہ یعنے یقین جانو کہ خدا سخت عذاب کرنے والا بھی ہے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ بخشنہار اور مہربان بھی ہے ۱۲ منہ

الْعِقَابِ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ

عذاب والا ہے　فرمایئے ان لوگوں کو　جو کافر ہوئے　کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور اکٹھے کئے جاؤ گے

اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ

طرف جہنم کی　اور وہ بہت برا بچھونا ہے　تمہارے لئے (دکھلا) نشان تھا　دو جماعتوں　میں

الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ

جو بالمقابل ہوئیں　ایک جماعت تو لڑتی تھی　راہ میں　اللہ کی　اور　دوسری　کافر تھی۔

يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ

دیکھتے تھے ان کو　دو مثلیں　اپنی　دیکھنا　آنکھ کا

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اے ہمارے حبیب پاک ہمارے حکم سے) فرمایئے ان لوگوں کو جنہوں نے (آپ کی تصدیق سے) انکار کر دیا (اور ان کو اپنے مالوں اور اپنی اولادوں کی کثرت پر ناز ہے کہ تم باوجود کثرت عدد و عُدد یعنی اسباب و ضروریات جنگ کے سَتُغْلَبُوْنَ عنقریب ہی ہمارے تکوینی حکم سے جس سے کسی کو مفر نہیں مغلوب کئے جاؤ گے وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ (اور پھر) قیامت کے دن اکٹھے کر کے جہنم کی طرف لیجائے جاؤ گے وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ اور وہ بہت برا بچھونا ہے کہ وہاں تمہارے بچھونے کی جگہ بھی آگ ہوگی اور اوپر اوڑھنے کی جگہ بھی آگ ہوگی قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا تمہاری (ہدایت) کے لئے دو جماعتوں میں (کافی) نشان تھا جو (آپس میں) بالمقابل ہوئیں یعنی جنگ بدر میں کہ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ[1] ایک جماعت یعنی ہم خدا کی راہ میں جہاد کے لئے لڑتے تھے وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ اور دوسری جماعت کافر تھی۔ یعنی تم خدا کے رسول اور اس کے کلام سے انکار کرتے ہوئے ہمارے بالمقابل تھے۔ يَرَوْنَهُمْ اس حالت میں دیکھتے تھے وہ (مشرک) هُمْ اُن (مسلمانوں) کو مِّثْلَيْهِمْ دو مثلیں اپنی یعنی اپنے سے دگنے۔ فرشتوں کی یا رجال غیب کی شمولیت سے یا مسلمانوں کی ایمانی قوت اور قلبی کیفیت کو متجسّد کرنے سے مومنوں کی قلت کو کثرت میں تبدیل کر دیا یہ دیکھنا محض خیال یا تصور ہی نہ تھا بلکہ رَاْىَ الْعَيْنِ حقیقتہً آنکھ کا دیکھنا تھا۔

[1] فی سبیل اللہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہو۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا فَهُوَ يُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ خدا کا کلمہ بلند ہو وہ (باقی ص ٦٦)

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً

اور اللہ تائید کرتا ہے اپنی مدد سے جس کی چاہے تحقیق اس میں البتہ عبرت ہے

لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ

واسطے آنکھوں والوں کے ۱۳ زینت دی گئی ہے واسطے لوگوں کے محبت خواہشوں کی

وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ جو مستجمع جمیع صفات کمال اور ہر شے پر قادر ہے اور سب جنود ارضی و سماوی اس کے امر میں ہیں يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ تائید کرتا ہے اپنی مدد سے۔ ظاہری و باطنی اسباب سے وہ اسباب زمینی ہوں یا جوّی یا آسمانی یا کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال کر اُن کے دلوں کو ضعیف کر دینے اور ان کے پاؤں اکھاڑ دینے سے مَنْ يَّشَآءُ جس کی مدد کرنی چاہتا ہے یعنی یہ امر بتقاضائے طبع یا بحسب اتفاق نہیں ہوتے بلکہ خدا کی مشیت سے ہوتے ہیں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس واقعہ یعنی فتح جنگ بدر میں لَعِبْرَةً البتہ کھلی عبرت ہے۔ لیکن حاصل ہوتی ہے لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۱۳ آنکھوں والوں کو جو واقعات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگر ظاہری آنکھ اور باطنی توجہ اور حسن عقیدت شامل حال ہوں تو انسان دیکھ کر اور سمجھ کر حقیقت کو پا سکتا ہے لیکن خدا فراموش دنیادار اسباب پرستوں کی تمام توجہ سفلیات میں گڑی ہوئی ہے کیونکہ زُيِّنَ لِلنَّاسِ زینت دی گئی ہے۔ عام لوگوں کے لیے جو منزل حقیقت کو بھول کر عقل و تمیز کی نعمت کو کھو چکے ہیں۔ حُبُّ الشَّهَوٰتِ محبت نفسانی خواہشوں کی۔

(بقیہ حاشیہ ۹) خدا کی راہ میں لڑتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ظالموں کی طرف سے مسلمانوں پر تشدد ہو اپنی قوم مسلمین کو اس تشدد سے چھڑانے کے لئے لڑتا ہو۔ جیسا کہ سورت نساء پ ۵ ع ۱ میں ہے وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ الآیہ ۱۲ منہ (حاشیہ صفحہ ہذا) ۱۳ اس جنگ میں مسلمان تین سو تیرہ تھے اور کافر ایک ہزار کے قریب۔ سورہ انفال پارہ دہم میں آنحضرت ﷺ کے خواب کا ذکر یوں ہے کہ آپ کو مشرکوں کی قلت دکھائی گئی تاکہ مسلمان دلیر ہو جائیں اور مسلمان بھی کافر دل کی نظر میں قلیل نظر آئے تاکہ کافر آگے بڑھیں یہ ابتدا کا حال ہے لیکن جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہو پڑیں تو خدا نے مسلمانوں کا رعب ڈالنے کے لئے ان کی نظر میں مسلمان دگنے دکھلائے جیسا کہ اسی جگہ اِذِ الْتَقَيْتُمْ کے الفاظ موجود ہیں پس یہ قلت و کثرت کا اختلاف دو مختلف وقتوں کا حال ہے اور حکمت اس میں یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنی نصرت کا کرشمہ ظاہر کرے لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا یعنی تاکہ وہ کام ہو کر رہے جو خدا کے علم میں مقدر تھا۔ ورنہ اگر ابتدا میں ہی خدا تعالیٰ مسلمانوں کی نظر میں کفار کی جمعیت زیادہ دکھاتا تو وہ ڈر کر بد جاتے جیسا کہ اسی جگہ فرمایا وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ یعنے اگر خدا آپ کو کافر زیادہ دکھاتا تو تم مسلمان بے دل ہو جاتے ۱۲ منہ

النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ

عورتوں سے　اور بیٹوں سے　اور　خزانوں سے　جو جمع کئے ہوں　سونے　سے

وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ

اور　چاندی سے　اور نشان دار　گھوڑوں سے　اور چار پایوں　اور کھیتی سے　یہ

مِنَ النِّسَآءِ عورتوں (کی جنس سے) جن میں سفلی[1] اور نفسانی خواہشوں کی کشش سب سے زیادہ ہے۔ وَ اور بقائے نسل اور بقائے نام اور حفظ و داشت کے لئے اَلْبَنِيْنَ بیٹوں سے جو اِن اغراض مذکورہ کے لئے سب سے زیادہ محبوب و مطلوب ہوتے ہیں وَ اور دنیوی ضرورتوں اور حاجتوں کی سہولت سے حاصل ہوسکنے اور عزت وجاہ اور دوسروں پر تفوق و فخر اور بڑائی کے لئے اَلْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خزانے جمع کئے ہوئے اور ڈھیر لگائے ہوئے اور تہ بہ تہ چنے ہوئے سونے اور چاندی کے یعنی نقدی کی کثرت بصورت سونے چاندی کے وَ اور امیرانہ ٹھاٹھ میں سواری کے لئے اَلْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ گھوڑوں کی محبت جو نسل کی اصالت اور عمدگی اور شکل و ہیئت کی خوبصورتی کی وجہ سے نشان لگائے ہوئے ہوں وَ اور دودھ۔ دہی۔ چھاچھ مکھن، گھی، پنیر اور گوشت اور چمڑے کی ضرورت کے اسباب کے لئے اور سردی سے بچنے کے لئے۔ اُونی گرم کپڑوں اور زراعتی ضرورتوں میں ہل جتنے اور آبپاشی کرنے اور بوجھ ڈھونے اور دیگر خدمات متعلقہ کے لئے اَلْاَنْعَامِ حلال چوپایوں کی خواہش جو اونٹ بھیڑ، بکری، بیل اور گائے ہیں بھینس گائے کے حکم میں ہے) وَ اور اپنی اور اپنے عیال و خدام گھوڑوں، مویشیوں اور کارندوں اور مہمانوں کی خوراک اور نام و نمود اور شادی بیاہ کی ضیافتوں اور پارٹیوں میں رنگارنگ کی سبزیوں اور قسم قسم کے اناج سے لذیذ کھانے تیار کرنے کے لئے اَلْحَرْثِ کھیتی کی خواہش اور محبت زینت دی گئی ہے) ذٰلِكَ یہ جو کچھ ذکر کیا گیا۔ بیشک محبوب خاطر انسانی ہے۔ لیکن آخر ہے تو۔

[1] یعنے ان سفلی چیزوں کی محبت عام طبع انسانی کا تقاضا ہے جیساکہ فرمایا اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (الحدید۔ پ ۲۷۔ ع ۳) یعنے یقین جانو کہ دنیوی زندگی محض کھیل اور شغل وقتی ہے اور ظاہری زینت اور آپس میں فخر کرنا مالوں اور اولاد کی کثرت چاہنا ۱۲ منہ اس قسم کی آیتیں اور حدیثیں بہت ہیں ۱۲ منہ

مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ ۱۴

اسباب ہے دنیوی زندگی کا اور اللہ کے پاس ہے اچھی جگہ لوٹنے کی ۱۴

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ

فرمایئے کیا میں تم کو بتاؤں بہتر چیز ان چیزوں سے کہ ان کے لئے جو پرہیزگاری کرتے ہیں انکے رب کے

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

پاس بہشت ہیں کہ چلتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں

مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا سامان ہے اس دنیوی زندگی کا جس کی حقیقت ادنیٰ اور حیثیت خسیس اور انجام ناپائدار ہے۔ بلکہ لیبا اوقات یہی مذکورہ بالا چیزیں جنکو موجب عزت اور باعث راحت سمجھا جاتا ہے موجب رنج وغم اور باعث بدنامی و بےعزتی اور ذریعہ ہلاکت و آفت جان ہو جاتی ہیں اور ان کے ناپائدار ہونے میں تو کسی کو کلام نہیں پس ان ناپائدار سفلیات میں جن کا ایک پہلو ہلاکت و آفت کا بھی ہے پھنس کر عاقبت کو جو دائمی ہے بھلا دینا مقتضائے عقل کے خلاف ہے وَ اور اس کے مقابلے میں اَللّٰهُ اللہ تعالےٰ جو سب سے زیادہ محبت کے قابل ہے بلکہ اس کی محبت سب واجبات سے اَوْجَبْ وَ اقدم ہے اور دیگر سب کی محبت اس کی محبت کے تابع ہے عِنْدَهٗ اس کے پاس (عالم عاقبت میں) حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ اچھا ٹھکانہ ہے جہاں سب کو لوٹ کر جانا ہے بس اس کی رغبت کرنی چاہیے۔ اے ہمارے حبیب پاک ان لوگوں کو جو دنیوی لذات میں پھنسکر عاقبت کو بھلا بیٹھے ہیں قُلْ (ہمارے وعدے پر) فرمایئے اَؤُنَبِّئُكُمْ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو بتاؤں[1] بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ایسی چیزیں جو حیثیت میں بھی اور پائیداری میں بھی (بہتر ہیں) ان (مذکورہ بالا دنیوی چیزوں) سے لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا واسطے ان لوگوں کے جو ڈرتے رہے رب کی نافرمانی سے کہ اس کے واجبات کو بجا لاتے رہے اور اس کے منع کئے ہوئے امور سے بچتے رہے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس ان لذیذ کھانوں اور طرح طرح کے خوشگوار اور سرور بخش پینے کی چیزوں کے بدلے جَنّٰتٌ کئی (کئی) بہشت (تیار) ہیں۔ نعمتوں سے بھرے ہوئے تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ چلتی

[1] یہ سوال رغبت کے لئے ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ ؑ کو فرعون کے پاس بھیجا تو فرمایا کہ اس کو کہنا هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى (ناز عات۔ رکوع ۳) آیا تجھ کو اس بات کی رغبت ہے کہ تو (خباثتوں سے) پاک ہو جائے ۱۲ منہ اللہم اغفر لکاتبہ ولمن سعی فیہ ولوالدیہم اجمعین ۱۲

خٰلِدِیْنَ فِیْہَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَہَّرَۃٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ

وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور بیویاں پاک اور رضامندی خداتعالیٰ کی

وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ۞ اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ

اور اللہ دیکھنے والا ہے بندوں کو لہ وہ بندے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ضرور

اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۞ اَلصّٰبِرِیْنَ

ایمان لے آئے ہیں پس بخش ہم کو گناہ ہمارے اور بچا ہم کو عذاب دوزخ سے ۱۴ وہ جو صبر کرنے والے ہیں

ہیں ان کے نیچے ہی سے کئی نہریں چشموں سے پھوٹ کر ہمیشہ سرسبز ہیں۔ ان جنتوں میں ان کو بیٹوں اور گھوڑوں اور مویشیوں اور ان کی خوراک کے لئے کھیتی وغیرہ کی ضرورت ہی نہ ہوگی اکہ جنت میں نہ بڑھاپا ہوگا نہ موت بلکہ وہ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ان میں سدا رہیں گے (اور رفاقت و اُنس و محبت کے لئے ان لوگوں ..... کے لئے اَزْوَاجٌ مُّطَہَّرَۃٌ بیویاں ہوں گی جو ظاہری و باطنی ہر طرح کی خباثت و بدخلقی سے پاک ہوں گی۔ جو دنیا کی عورتوں کو عارض ہو جاتی ہیں (اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کو حاصل ہوگی رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ خدا کی رضامندی جو مقصود المقاصد اور اصل مطلوب ہے اور دیگر سب نعمتیں بطور ان کی خاطرداری اور مہمان نوازی اور اعزاز و اکرام کے لئے ہوں گی وَاللّٰہُ اور اللہ تعالیٰ جو ان نعمتوں کا وعدہ کرتا ہے بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ (اپنے نیک) بندوں (کے اعمال) کو دیکھتا ہے (پس ان کے اخلاص کے مطابق ان کو جزا دے گا) وہ پرہیزگار بندے اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ جو کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے رب جو ہمارا ہر طرح کا مربی ہے اِنَّنَا اٰمَنَّا تحقیق ہم ایمان لے آئے تیری توحید پر اور تیرے رسول کی رسالت پر فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا پس بخش ہم کو گناہ ہمارے لہ کیونکہ ہم سے زندگی میں کئی قسم کی تقصیریں ہو جاتی ہیں وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور بچالے ہم کو دوزخ کے عذاب سے اَلصّٰبِرِیْنَ جو بلاؤں پر اور طاعتوں کے بجا لانے اور نفس کو برائیوں سے بچانے میں صابر اور نفس پر ضابطہ ہیں۔

لہ جیسا کہ جادوگروں نے جب وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو فرعون سے کہا تھا اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا (سورت طٰہٰ پ۱۶ ع۱۲) یعنے ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے ہیں تاکہ وہ ہماری خطائیں بخش دے ۱۲ منہ

اللہم اغفر لکاتبہ ولمن سعی فیہ ۱۲

وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ
اور سچ بولنے والے اور ساجزی و اطاعت کرنے والے اور خرچ کرنے والے اور مغفرت طلب کرنے والے ہیں

بِالْاَسْحَارِ ۝ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ
رات کے پچھلے وقتوں میں [1] گواہی دی خدا نے کہ سچی بات یہ ہے کہ نہیں کوئی قابل عبادت کے مگر وہی اور فرشتوں نے

اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ۱۸
اور صاحبان علم نے بھی قائم ہو کر انصاف پر نہیں کوئی لائق عبادت کے مگر وہی غالب اور حکمت والا [18]

(اور احوال اور زبان میں) الصّٰدِقِيْنَ صادق ہیں (اور عام حالات میں) الْقٰنِتِيْنَ فرمانبرداری کرنے اور خشوع کرنے والے ہیں (اور راہِ خدا میں خدا کی راہ میں رضامندی کے لئے اپنے مالوں میں سے) الْمُنْفِقِيْنَ خرچ کرنے والے ہیں (اور باوجود ان سب اوصاف کے) الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ رات کے پچھلے وقتوں میں مغفرت مانگنے والے ہیں [1]۔ نصاریٰ نے عیسیٰ نبی اللہ کو اور مشرکین نے جو پتھر وغیرہ سے بنائے ہوئے بتوں کو معبود گردان رکھا ہے، غلط ہے۔ کیونکہ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ گواہی دے دی ہے خدا نے کہ سچی بات یہی ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا مستحق عبادت نہیں ہے اور خدا کی یہ گواہی تین طرح پر ہے۔ اوّل عہد فطرت سے کہ ہر شخص کی فطرت میں خدا نے اپنی وحدانیت کا اقرار ودیعت کر رکھا ہے دوم اس طرح کہ سلسلہ ربوبیت میں عالمین کا پروردگار میں ہوں اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں سوم اس طرح کہ سب انبیاء علیہم السلام کی طرف اللہ تعالیٰ یہی وحی کرتا رہا ہے۔ کہ میرے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے [2]۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے جو مقربین درگاہِ الٰہی ہیں وہ بھی یہی گواہی دیتے ہیں (و) اُولُوا الْعِلْمِ اور صاحبان علم بھی جو خداشناس ہیں قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ [3] ہر ایک ان میں سے انصاف پر قائم ہو کر یہی گواہی دے رہا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس ایک اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ العزیز یعنی ہر کام جو چاہے کر لینے پر قادر ہے اور الحکیم اور جو کرتا ہے خوب باحکمت و استوار ہوتا ہے۔

[1] اسی طرح سورہ ذاریات پ ۲۶ ع میں فرمایا وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ یعنی وہ رات کے پچھلے وقتوں میں مغفرت مانگتے ہیں ۱۲ منہ

[2] جیسا کہ سورہ انبیاء پارہ ۱۷ رکوع ۲ میں فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ یعنی اے ہمارے نبی آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف ہم یہی وحی کرتے رہے ہیں کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے پس میری ہی عبادت کرو ۱۲ منہ

[3] یعنی كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ يَشْهَدُ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ یعنی ہر ایک ان میں سے قائماً بالقسط ہو کر گواہی دے رہا ہے ۱۲ منہ

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ

تحقیق دین خدا کے نزدیک اسلام ہے اور نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو

أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ

دی گئی تھی کتاب مگر بعد اس کے کہ آگیا ان کے پاس علم از روئے دشمنی کے آپس میں

وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ ١٩

اور جو کفر کرے خدا کی آیتوں سے پس تحقیق خدا جلد حساب لینے والا ہے ١٩

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ

پس اگر وہ آپ سے جھگڑیں تو کہہ دیجئے جھکا دیا میں نے چہرہ اپنا واسطے اللہ کے اور اس نے بھی جو میرا پیرو ہوا

دلائل مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنی دین جو خدا کے نزدیک (معتبر ہے) اسلام ہی ہے جو اس نے اپنے پیغمبروں کی معرفت مقرر کیا۔ اسی کے مطابق قیامت کے دن جزا ملے گی[1]۔ اور یہود کا یہ قول کہ عزیر بیٹا خدا کا ہے اور نصاریٰ کا یہ قول کہ مسیح بیٹا خدا کا ہے توحید کے منافی اور دین انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہے وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اور نہیں اختلاف ڈالا جن کو دی گئی تھی کتاب یعنی یہود و نصاریٰ نے اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ مگر بعد اس کے کہ آچکا تھا ان کو علم خدا کی کتاب سے اور اپنے انبیاء علیہم السلام کی زبان سے اور یہ اختلاف انہوں نے علمی تحقیق میں تعارض کی وجہ سے نہیں ڈالا۔ بلکہ بَغْیًا بَیْنَھُمْ فرقہ بندی کی بنا پر باہمی دشمنی کی وجہ سے ڈالا۔ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اور جو کوئی کفر کرے گا خدا کی آیات سے جن میں کفر و ایمان کے امتیاز کا بیان بالکل صاف صاف مذکور ہے فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ تو بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ پس وہ اسی کے مطابق سب کو جزا دے گا۔ فَاِنْ پس اگر حقائق مذکورہ کے بعد یہ لوگ حَآجُّوْکَ آپ سے حجت بازی کریں فَقُلْ تو ان سے کہیے اَسْلَمْتُ وَجْھِیَ لِلّٰہِ کہ میں نے تو سب طرف سے منہ موڑ کر صرف ایک اللہ کے لئے اپنے چہرے کو جو اعضائے بدن میں سب سے اشرف ہے خدائے واحد کے لئے جھکا دیا ہے وَمَنِ اتَّبَعَنِ ط اور اس شخص نے بھی جو میرا پیرو ہوا

[1] جیسا کہ فرمایا وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ یعنی جو چاہے گا سوائے اسلام کے کوئی اور دین پس نہیں قبول کیا جائیگا اس سے اور وہ آخرت میں خسارے والوں سے ہوگا پارہ ۳ رکوع ۱۷ اخیر یعنی اسلام کو دین اختیار نہیں کیا اور جس دین کو اختیار کیا وہ مقبول نہیں تو سراسر خسارہ ہی ہوگا ۱۲ منہ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۷۲)

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا

اور کہئے ان لوگوں کو جن کو دی گئی کتاب اور ان کو بھی جو ان پڑھ ہیں کیا تم بھی ایمان لائے لیں اگر وہ اسلام لے آئیں

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ

تو انہوں نے ہدایت پالی اور اگر وہ پھر جائیں تو سوائے اس کے نہیں کہ آپ کے ذمے تبلیغ کردینا ہے اور اللہ دیکھنے والا ہے

بِالْعِبَادِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ

ع ۲ سب بندوں کو نتے تحقیق وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں خدا کی آیات سے اور قتل کر ڈالتے ہیں

النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ

انبیاء کو ناحق

وَ اور اسی کے مطابق قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ کہئے ان لوگوں سے جو دئے گئے کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے جنہوں نے دین الٰہی میں اختلاف ڈالا وَالْاُمِّيّٖنَ اور عرب کے اُمّی لوگوں سے جو کتاب الٰہی کو نہیں جانتے ءَاَسْلَمْتُمْ کیا تم بھی میری طرح خدا کے سامنے جھک گئے ہو فَاِنْ اَسْلَمُوْا پس اگر وہ اسلام لے آئیں فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ تو انہوں نے خدا کا رستہ پالیا وَاِنْ تَوَلَّوْا اور اگر وہ اس حکم سے پھر جائیں فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ تو آپ کے ذمے صرف خدا کے امر کی تبلیغ ہے اور بس وَاللّٰهُ اور اللہ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ اپنے سب بندوں کے اعمال کو دیکھنے والا ہے اور اسی کے مطابق نیک وبد کے امتیاز سے قیامت کے دن ان کو جزا دے گا ۲ےمخالفت سے کبھی نوبت کفر اور قتل قتال تک پہنچ جاتی ہے سو اس حالت میں اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ تحقیق جو لوگ کفر کرتے ہیں خدا کی آیات سے جن میں خدا کے احکام مذکور ہوتے ہیں یا ان نشانات سے جو خدا تعالیٰ اپنے پیغمبروں کی صداقت کے لئے ظاہر کرتا ہے وَ اور اس ضد میں يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ قتل کر ڈالتے ہیں انبیاء کو بِغَيْرِ حَقٍّ ناحق کہ ان کا قتل کسی صورت میں بھی جائز

(حاشیہ ۷۵) ؎ اسی کے مطابق سورۂ یوسف رکوع اخیر میں فرمایا قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ یعنی کہئے یہی ہے راہ میری بلاتا ہوں میں طرف اللہ کی اوپر بصیرت کے میں بھی اور جو میری پیروی کرے۔ ان دونوں آیتوں سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ جو حضرت عرباض بن ساریہ سے جامع ترمذی میں مروی ہے۔ حاصل مطلب جس کا یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اختلاف کے وقت تم نے لازم پکڑنا میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو خلفائے راشدین زمرہ مَنِ اتَّبَعَنِيْ میں نمبر اوّل پر ہیں ۱۲

وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ

اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں عدل و انصاف کا لوگوں میں سے ہو کر

نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق ان سے کوئی ایسا امر سرزد نہیں ہوتا جس سے کسی کو ان کے قتل کا حق حاصل ہو سکے[۱] ﴿اور وہ کافر﴾ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ قتل کر دیتے ہیں ان کو بھی جو ان پیغمبروں کی پیروی میں لوگوں کی اصلاح حال کے لئے عدل و انصاف کا حکم کرتے ہیں[۲]۔ حالانکہ وہ انہی لوگوں سے ہوتے ہیں اور ظالم لوگ ایسے واعظوں کو اس لئے قتل کرتے ہیں کہ انبیاء کی تعلیم کی اشاعت بند ہو جائے۔

[۱] انبیاء تین طرح پر مبعوث ہوئے۔ اول وہ جو صاحب شرع تھے جیسے حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت علیہم السلام ﴿دوم﴾ وہ جو کسی صاحب شرع نبی کے تابع ہو کر کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوئے جیسے حضرت ہود حضرت صالح حضرت لوط علیہم السلام ﴿سوم﴾ وہ جو حضرت موسیٰ کے بعد اور حضرت عیسیٰ کے پیشتر تنفیذ احکام توریت اور انتظام سیاست اور حفاظت ملک و ملت کے لئے آتے رہے چنانچہ توریت کے ذکر کے ضمن میں فرمایا یَحْکُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا ﴿پارہ ۶۔ ع﴾ یعنی حکم کرتے تھے ساتھ توریت کے انبیاء اللہ وہ جو خدا کے فرمانبردار تھے واسطے قوم یہود کے۔ نیز صحیح بخاری و مسلم میں ہے کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ نَبِیٌّ وَاِنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ﴿مشکوٰۃ باب الامارۃ والقضاء صفحہ ۳۲۰﴾ یعنی بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے جب کبھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا خلیفہ نبی ہوتا اور حق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی اللہ نہیں ہوگا۔ پہلی دو قسم کے انبیاء کو خدا تعالیٰ باوجود مخالفین کے قتل کے ارادے اور کوشش کے بچا لیتا رہا چنانچہ فرمایا وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِیَاْخُذُوْهُ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿سورت مومن سپ ۲۴ ع﴾ یعنی قصد کیا ہر امت نے اپنے رسول کے متعلق کہ اس کو گرفتار کریں ــــ پس پکڑا میں نے ان کو پس کیسا ہوا عذاب میرا چنانچہ اسی سورت میں آگے چل کر تیسرے رکوع میں فرمایا کہ فرعون نے موسیٰ کو قتل کرنا چاہا لیکن وہ نہ کر سکا اسی طرح یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل کرنا اور صلیب پر چڑھانا چاہا لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے ﴿پ ۳ آل عمران ع﴾ ﴿پ ۶۔ نساء۔ ع۲۲﴾ اور آنحضرت کو مشرکین مکہ نے قتل کرنا چاہا وہ بھی ناکام رہے چنانچہ فرمایا وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ ﴿پارہ ۹۔ سورت انفال۔ رکوع ۴﴾ ہاں تیسری قسم کے انبیاء جو خاص بنی اسرائیلی تھے ان میں سے بعض کو یہودیوں نے قتل کیا مثلاً حضرت شعیا۔ اور زکریا اور یحییٰ علیہم السلام کو۔ یہ فعل سوائے یہود کے کسی قوم سے سرزد ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ توریت ان سے پیشتر نازل ہو کر شریعت قائم ہو چکی تھی ان کے قتل سے نظام شرع میں کوئی خلل نہیں آ سکتا تھا۔ ۱۲ منہ[۲] بِالْقِسْطِ اس لئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم عدل و انصاف قائم کرنے کا ہے جیسا کہ فرمایا قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ﴿سورت اعراف پارہ ۸ ع﴾ نیز فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ﴿سورہ نحل پارہ ۱۴ ع﴾ پس جو لوگ ایسے شخصوں کو قتل کرتے ہیں جو لوگوں کو عدل و انصاف کا حکم کریں۔ گویا وہ خدا کے حکموں کا مقابلہ کرتے ہیں اس لئے ان کے سب نیک اعمال تباہ ہو جائیں گے اعمال کو دنیا و آخرت ہر دو جہان میں خسارہ رہے گا ۱۲ منہ

فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ

پس خبر سنا دیجئے ان کو دکھ والے عذاب کی[21] یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال

أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝

ضائع ہو گئے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور نہیں ہے ان کے لئے کوئی مددگاروں میں سے[22]

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ

کیا نہیں دیکھا آپ نے طرف ان لوگوں کی جو دیے گئے ایک حصہ کتاب سے

ف: سو اے ہمارے پیارے نبی! فَبَشِّرْهُم آپ ان جفا پیشہ کفار کو خبر سنا دیں بِعَذَابٍ أَلِيمٍ دکھ والے عذاب کی کہ وہ اس میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے۔ اس دکھ کی پاداش میں جو انہوں نے خدا کے پیغمبروں اور ان کے جانشینوں کو پہنچایا۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ یہ وہ لوگ ہیں کہ ضائع ہو گئے ان کے نیک اعمال فِي الدُّنْيَا دنیا میں بھی بسبب انبیاء اور ان کے جانشینوں کو قتل کرنے کے[22] وَالْآخِرَةِ اور آخرت میں اس سبب سے بھی اور بسبب کفر کے بھی وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ اور نہیں ہے ان کے لئے کوئی بھی مددگاروں میں سے (اے ہمارے پیارے رسول) أَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے یعنی دیکھنا چاہیے إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا ان لوگوں (کے حال) کی طرف جو دیے گئے نَصِيبًا مِّنَ[2] الْكِتَابِ ایک حصہ کتاب (الٰہی) سے۔

[1] کافر دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو انبیاء کی نبوت اور ان کی تعلیم کے من جانب اللہ ہونے سے تو انکار کرتے ہیں لیکن ان کو ایذا نہیں پہنچاتے اور نہ ان کے قتل کے درپے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے نیک اعمال کی جزا ان کو دنیا میں مل جاتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا (سورہ ہود پارہ ۱۲ ع ۲) یعنی پوری پوری دے دیں گے ہم ان کو ان کے عملوں کی جزا اسی دنیا میں۔ دوسری قسم کے وہ کافر ہیں جو خدا کے نبیوں کا مقابلہ کریں اور ان کو ایذائیں پہنچائیں اور ان کے قتل کے درپے ہوں یا قتل کر ڈالیں اور اسی طرح ان لوگوں کو قتل کریں۔ جو انبیاء کے احکام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اگر وہ بغیر توبہ کے مر جائیں۔ تو ان کے نیک عمل دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں ضائع ہو جائیں گے۔ یہی امر اس آیت کا مقتضا ہے۔ اسی معنی میں حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد ۔۔۔ تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد۔

[2] منہ اللہم اغفر لکاتبہ وارحم علیہ ولوالدیہ ۱۲

مسئلہ ختم نبوت

اُوْتُوا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتَابِ سے مراد یہود اور انصاری ہیں جنکے انبیاء علیہم السلام کو قرآن شریف سے پیشتر توریت، زبور، انجیل دی گئی۔ ان کو ایک حصہ کتاب کا ملنا اس لئے فرمایا کہ توریت اور انجیل خاص بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی تھیں۔ ان کی تعلیم عالمگیر اور ہمیشہ کے لئے نہ تھی۔ اس لیے بنی اسرائیل میں سلسلۂ نبوت حضرت عیسٰی علیہ السلام تک قائم رہا۔ پس ان کی کتابوں کی تعلیم ایک محدود قوم اور محدود زمانہ تک تھی لیکن ان کے مقابلے میں قرآن شریف جامع کل اور تا قیام دنیا ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کی شریعت کامل ہے۔ کیونکہ رسول کریم کی دعوت عالمگیر ہے اور آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد وحی نبوت و رسالت بند کر دی گئی ہے۔ ہاں ولائت اور سلسلۂ الہام بغیر اسم نبوت کے جاری ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ کَانَ فِیْ مَنْ قَبْلَکُمْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رِجَالٌ یُّکَلَّمُوْنَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَاءَ فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے آدمی ہوتے تھے جن سے (اللہ کی طرف سے) کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں پس میری امت میں سے اگر کوئی ایسا آدمی ہے تو عمر (ہی) ہے (صحیح بخاری جلد اول ص ۵۲۱ باب مناقب عمرؓ مطبوعہ میرٹھ ۱۲۸۲ھ) اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت عمرؓ باوجود ملہم و محدث ہونے کے نبی نہیں کہلا سکتے۔ یہ کلیہ کہ ہر محدث و ملہم بنا بر الہام نبی کہلا سکتا ہے جس پر مرزائے قادیانی کے دعویٰ کی بنا ہے۔ کہ چونکہ مجھ سے خدا تعالیٰ نے کثرت سے کلام کرتا ہے اس لئے مجھے نبی بھی کہا گیا ہے۔ یہ کلیہ مرزا قادیانی کا دعویٰ منطوق حدیث مذکور الفوق کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اگر محض الہام کی بنا پر کوئی شخص نبی کہلا سکتا ہے۔ تو حضرت عمرؓ سب سے پہلے اس اسم سے موسوم ہونے چاہئیں۔ اس حدیث کی رُو سے ہم نے جو یہ لکھا ہے کہ ملہم کے لئے بنا بر الہام ضروری نہیں کہ وہ نبی ہو۔ اس پر مرزا جی کی بھی تصدیق بالفاظ ذیل ملاحظہ فرمایئے

• اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام۔ توضیح المرام۔ ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں سے بیان کئے گئے ہیں۔ مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں۔ سو مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں تو وہ ان کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ ابتدا سے میری نیت جس کو اللہ خوب جانتا ہے۔ اس سے مراد یعنی لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جس کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلم مراد لئے

ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ
أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ (ماخوذ اشتہار مرزا صاحب ۹۱/۹۲ حقیقۃ النبوۃ مصنفہ میاں محمود احمد)
اور یہی معنی مرزاجی کے اپنے شعر سے

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب　　ہاں ملہم ہستم و ز خداوند منذرم

مندرجہ ازالہ اوہام مصنفہ مرزاجی قادیانی سے بھی ثابت ہیں کہ وہ پہلے مصرعہ میں رسول ہونے اور صاحب کتاب ہونے کی نفی کرتے ہیں اور دوسرے مصرعہ میں ملہم ہونے کا اثبات۔ اگر ملہم رسول اور نبی ہو سکتا ہے تو مرزاجی اس شعر میں نفی اور اثبات کو جمع کرتے ہیں۔ حالانکہ نفی اور اثبات آپس میں جمع نہیں ہو سکتے (کتب منطق بحث تناقض) اور اس شعر کی یہ تاویل مندرجہ اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کہ میں رسول تو ہوں لیکن صاحب کتاب رسول نہیں ہوں۔ اسی شعر کے دوسرے مصرعہ سے باطل ہو جاتی ہے۔ کہ مرزاجی ملہم ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور پہلے مصرعہ میں رسول اور صاحب کتاب ہونے کا انکار کرتے ہیں اور معلوم ہے کہ ہر رسول اور نبی کے لئے صاحب کتاب ہونا لازم نہیں ہے۔ موسیٰؑ صاحب کتاب نبی تھے ان کے بعد کئی ایک رسول اور نبی موسیٰؑ اور توریت کی متابعت میں بھیجے گئے۔ ان پر کوئی دیگر کتاب نازل نہیں کی گئی تھی جیسا کہ فرمایا وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ (سورۃ البقرہ پ ۱ ع) اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰؑ کو کتاب اور بھیجے ہم نے اس کے پیچھے اور کئی رسول۔ نیز فرمایا إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ (سورۃ مائدہ پ ۶ ع) "تحقیق ہم نے اتاری تھی تورات بیچ اس کے ہدایت اور نور تھا۔ حکم کرتے تھے انبیاء علیہم السلام جو خدا کے فرمانبردار تھے ساتھ اس کے واسطے ان لوگوں کے جو یہودی ہوئے اور حکم کرتے تھے ساتھ اس کے مشائخ اور علمائے ربانی"۔ اس آیت سے دونوں باتیں معلوم ہو گئیں۔ یہ بھی کہ توریت کی متابعت میں بنی اسرائیل میں کئی نبی بھیجے گئے۔ لیکن ان پر کوئی دیگر کتاب نہیں اتاری گئی۔ دوسرے یہ کہ مشائخ اور علمائے ربانی بھی اس کے مطابق حکم کرتے تھے اور نبی نہیں ہوتے تھے حضرت عمرؓ والی حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ ملہم تو تھے مگر نبی نہیں تھے۔ یہی معنی شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی عبارات مندرجہ کتاب فتوحات مکیہ کے ہیں اور اس کے یہی معنی امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھے ہیں اور سید عبدالقادر صاحب جیلانیؒ سے بھی یہی معنی نقل کئے گئے ہیں کہ تمہاری امت کے ایسے بزرگوں کو انبیاء تو نہیں۔ بلکہ اولیاء کہتے ہیں۔ ہم کو اس نبوت سے روکا گیا ہے اور خدا تعالےٰ ہم کو ہمارے باطنوں میں اپنے رسول کے کلام کے معانی سے آگاہ کرتا ہے (الیواقیت والجواہر جلد دوم ص ۳۵ مطبوعہ مصر)

ختم نبوت کی دلیل میں حضرت عمرؓ کے متعلق دوسری حدیث

نبوت خدا تعالےٰ کی بخشش ہے ادعائی یا کسبی نہیں ہے یعنی نہ تو محض اپنے دعوٰی سے ثابت ہو سکتی ہے اور نہ کسب اور عمل سے ملتی ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی بخشش اور احسان ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ سورت ابراہیم پ ۱۳ ع میں فرمایا قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ کفار کو ان کے رسولوں نے جو ان کی طرف بھیجے گئے تھے کہا کہ ہم نہیں مگر بشر مثل تمہاری لیکن اللہ تعالیٰ احسان کرتا ہے اوپر جس کے چاہے اپنے بندوں سے۔ حضرت عمرؓ کے حق میں باوجود ان کی کمال صلاحیت عمل اور صفائی قلب اور تقوٰی طہارت کے آنحضرت فرماتے ہیں اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمرؓ بن خطاب ہوتا۔ جیسا کہ جامع ترمذی میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا۔ اس حدیث کو ذکر کر کے امام ترمذی کہتے ہیں ہٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی ہے۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ کتنا ہی نیکوکار کیوں نہ ہو۔ اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ حدیث مذکور قیاس استثنائی کی صورت میں ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نبی نہ ہوئے اس لئے کہ نبی صلعم کے بعد کوئی نیا نبی ہونے والا نہیں تھا یا یوں سمجھئے کہ چونکہ ہمارے نبیؐ کے بعد کوئی نیا نبی ہونے والا نہیں تھا اس لئے حضرت عمرؓ نبی نہیں ہوئے ورنہ اگر یہ امر مانع نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ ضرور نبی ہوتے اور یہ معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ نبی نہیں تھے نہ انہوں نے دعوٰی کیا اور نہ صحابہؓ یا دیگر علمائے امت میں سے کسی نے ان کے متعلق یہ اعتقاد رکھا۔

قرآن شریف سے ختم نبوت پر ایک نادر استدلال

خدا تعالےٰ نے سورت فرقان کے شروع میں فرمایا تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا یعنی بڑی برکت اور خیر کثیر والا ہے وہ خدا جس نے آہستہ آہستہ نازل کیا یہ قرآن شریف جو فرق کرنے والا ہے حق و باطل اور حلال و حرام میں اوپر اپنے کامل بندے محمدؐ کے تاکہ ہو وہ واسطے تمام عالمین کے ڈر سنانے والا۔ اس آیت میں خدا تعالےٰ نے آنحضرت کو تمام عالمین ارضی یعنی جن و انس۔ عربی و عجمی کے لئے نذیر کر کے بھیجا آپ سے پیشتر جس قدر انبیاء آئے وہ اپنی اپنی قوم کے لئے آئے جیسا کہ حدیث صحیح مسلم میں ہے اُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ (صحیح مسلم جلد ا ص۱۹۹ کتاب المساجد) یعنی میں رسول بنا کر بھیجا گیا

ہوں تمام خلقت کی طرف اور ختم کئے گئے ساتھ میرے انبیاء علیہم السلام" ۔ اور اسی سورت فرقان رکوع ۵ میں فرمایا وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا یعنی اگر ہم چاہتے تو ہم ہر ہر بستی میں ایک ایک نذیر مبعوث کرتے۔ اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ علم میزان کی رُو سے یہ قیاس استثنائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں الگ الگ نذیر مبعوث کرتے لیکن ہم نے ایسا نہیں چاہا۔ کیوں نہیں چاہا اس لئے کہ سورت فرقان کے شروع میں فرما دیا کہ تمام عالمین کے لئے محمد رسول اللہ کو نذیر کر کے بھیجا ہے جس سے دنیا جہان میں وحدت ملی پیدا ہو سکے گی پس اس مصلحت کے لئے تمام جہان کے لئے ایک ہی نذیر بنایا گیا۔ چنانچہ امام شوکانی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں آیت وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا کے ذیل میں لکھتے ہیں كَمَا قَسَّمْنَا الْمَطَرَ بَيْنَهُمْ وَلٰكِنَّا لَمْ نَفْعَلْ ذٰلِكَ بَلْ جَعَلْنَا نَذِيرًا وَاحِدًا وَهُوَ أَنْتَ يَا مُحَمَّدُ یعنی جس طرح ہم نے آسمان سے پانی ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر کے اُتارا ہے اسی طرح ہم رحمت نبوت بھی ہر بستی کو تقسیم کر کے بخشتے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہم نے دنیا جہان کے لئے ایک ہی نذیر بھیجا اور وہ اے محمد صلعم آپ ہیں اور صاحب تفسیر رحمانی نے اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہے لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ رَسُولًا لِيَكُونَ عَنِ الْكُفْرِ لَهُمْ نَذِيرًا لٰكِنْ لَمْ نَشَأْ لِأَنَّهُ يَقْتَضِي تَفَرُّقَ الْأُمَمِ وَتَكْثُرُ الِاخْتِلَافَاتُ فَجَعَلْنَا الْوَاحِدَ نَذِيرًا لِلْكُلِّ لِيُطِيعُوهُ أَوْ يُقَاتِلَهُمْ یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک رسول پیدا کرتے تاکہ ہو تاوہ ان سب کو کفر سے ڈرانے والا لیکن ہم نے نہ چاہا کیونکہ اس کا تقاضا امتوں کا تفرق اور اختلافات کی کثرت ہوتا پس ہم نے ایک ہی نذیر تمام کے لئے بنایا تاکہ وہ سب اس کی اطاعت کریں یا وہ ان سب سے جہاد کرے اسی طرح دیگر کئی تفاسیر میں بھی ہے

عالمین کا مفہوم

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عالمین کا لفظ قرآن شریف میں کن کن موقعوں پر آیا ہے تعلّق شروع قرآن میں فرمایا الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ دوم کعبۃ اللہ کے لئے چوتھے پارے رکوع اول میں فرمایا هُدًى لِلْعَالَمِينَ ۝ اور قرآن شریف کے لئے فرمایا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعَالَمِينَ رب ۔ سورت انعام ع یعنی نہیں ہے یہ قرآن شریف مگر نصیحت واسطے عالمین کے۔ اور آنحضرت کی شان میں فرمایا وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ رب ۱۷ ۔ سورت انبیاء ع، اور اسی طرح آپ کی شان میں سورت فرقان میں فرمایا لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۔ پہلی آیت میں تمام عالمین کے لئے ایک رب کا ہونا فرمایا ۔ دوسری آیت میں دنیا جہان کے جن وانس کے لئے خواہ وہ صحرائی ہوں چاہے دریائی چاہے پہاڑی ہوں چاہے میدانی ایک ہی کعبہ کا قبلہ ہونا فرمایا تیسری آیت میں تمام جہان کے لئے ایک ہی قرآن کو نصیحت نامہ بتایا ۔ چوتھی اور پانچویں آیات میں ایک ہی نبی محمد صلعم کو رحمۃ للعالمین اور نذیر العالمین فرمایا

ان سب مقاموں پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم اکیلے تمام دنیا کے لئے رسول ہیں۔ پس اسی لئے آپ پر نبوت ختم کی گئی۔ کیونکہ دنیا جہان کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو آنحضرت کی تبلیغ رسالت سے مستغنی ہو کہ وہاں پر کسی نئے نبی کے پیدا کرنے کی ضرورت پڑے جب رب العالمین کے ہوتے ہوئے کسی رب کی ضرورت نہیں اور قرآن کے ہوتے ہوئے کسی قرآن کی ضرورت نہیں۔ کعبہ کے ہوتے ہوئے کسی کعبہ کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح محمد رسول اللہ کے ہوتے ہوئے کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے کہ سب عالمین کے لئے کافی وافی ہیں۔ چنانچہ اسی معنی میں مسند امام احمد رح میں حضرت مقداد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پشت زمین پر کوئی گھر گارے یا اون (خیمہ) کا باقی نہیں رہے گا۔ مگر اس میں اللہ تعالیٰ کلمہ اسلام کو داخل کر دے گا یعنی دنیا جہان کے شہری اور صحرائی آبادی میں کلمہ اسلام کی گونج پڑ جائے گی چاہے اسے کوئی عزت سے قبول کرے چاہے ذلت سے اس کے تابع ہو جائے (مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مطبع احمدی سنہ ۱۲۷۱ھ واقعہ دہلی کتاب الایمان) اسی معنی میں ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کہا تھا جسے ہم قدرے ترمیم کے ساتھ یوں لکھتے ہیں۔ ؎

دنیا کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

ایک آیت کی تفسیر

قادیانی لوگ آنحضرت کے بعد اجرائے نبوت کے لئے یہ آیت بھی پیش کرتے رہتے ہیں یٰبَنِیٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ؁ پ ۸ سورت اعراف ع ۴) (ترجمہ) یعنی خدا تعالیٰ جملہ بنی آدم کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹو! اگر آویں تمہارے پاس رسول تم میں سے بیان کریں اوپر تمہارے آیتیں میری پس جو کوئی پرہیزگاری کریگا اور اصلاح کریگا نہیں ڈر اوپر ان کے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وجہ استدلال کی یہ بیان کرتے ہیں کہ یَاْتِیَنَّ مستقبل کا صیغہ ہے جو اِنْ شرطیہ کے بعد آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کے بعد کئی ایک رسول آتے رہیں گے۔ جن کی گنتی خدا ہی کو معلوم ہے۔ کیونکہ رُسُلٌ بصیغہ نکرہ ہے اور اسے کسی خاص معین عدد میں محصور نہیں کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی مفہوم یا اشارہ یا دلالت یا قیاس یا استنباط خلاف نص قطعی کے قابل قبول نہیں ہے۔ جیسا کہ کتب اصول میں مصرح ہے کہ مفہوم منطوق کے مقابلہ میں اور اشارت اور دلالت عبارت النص کے مقابلے میں اور کوئی قیاس یا استنباط منصوص کے مقابلے میں قابل سماعت واعتبار نہیں ہے۔ ورنہ (معاذ اللہ) آیات قرآنیہ واحادیث رسول اللہ میں تعارض وتخالف واقع ہوگا۔ اور یہ باطل ہے (دیکھو کتب

علم اصول) مثلاً حصول المحمول مصنفہ حضرت شیخنا نواب صاحب مرحوم و نور الانوار وغیرہا ختم نبوت کے متعلق قرآن اور احادیث صحیحہ کے دلائل منصوص اور قطعی ہیں اور یہ بھی معلوم رہے کہ جس استدلال کی بنا لغت پر ہوئے سے دلالت کہتے ہیں (کتب علم اصول) اور سابقاً یہ بیان ہو چکا ہے کہ کوئی دلالت یا اشارت منصوص کے خلاف قابل اعتبار نہیں ہے۔ پس قادیانیوں کا استنباط آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ؕ (پ۲۲ سورۃ احزاب ع۵) کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ (ترجمہ) نہیں ہیں محمد صلعم باپ تمہارے بالغ مردوں میں سے کسی کے۔ لیکن ہیں خدا کے رسول اور خاتم النبیین اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے (یعنی وہ جانتا ہے کہ آئندہ کوئی رسول نہیں ہوگا) اس آیت کے یہی معنی مرزا صاحب قادیانی نے بھی کیے ہیں۔ چنانچہ وہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں "یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں۔ مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا" (ازالہ اوہام مطبوعہ لاہور ص۱۵۱) اگر علم اصول کے اس قاعدے کا لحاظ نہ کیا جاوے تو ہر باطل پرست اپنی خواہش کے مطابق قرآن حدیث کے خاص و عام اور مطلق و مقید اور منطوق و مفہوم اور عبارت و دلالت میں کھینچ تان کر کے ان میں تخالف پیدا کر سکے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نصوص اور عبارات (معاذ اللہ) بیکار ہو جائیں گی۔ مثلاً قرآن شریف میں عام انسانوں کی پیدائش کے متعلق فرمایا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (سورت دہر پ۲۹) ترجمہ: تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفے سے دوسری جگہ خاص آدمؑ کی پیدائش کے متعلق فرمایا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (پ۲۷ سورت الرحمان) اور خاص حضرت حوّا کے متعلق فرمایا وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا (سورت نساء پ۴) اور خاص حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ (سورت نساء پ۶ ع۲۳) اگر ان آیات میں خاص اور عام کا لحاظ نہ کیا جائے تو کوئی باطل پرست اپنی خواہش کے مطابق کہہ سکتا ہے کہ چونکہ آدمؑ اور حوّاؑ اور عیسیٰؑ بھی انسان ہیں اس لئے وہ بھی (معاذ اللہ) ماں باپ کے ملے ہوئے نطفے سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی طرح محرمات نکاح کی آیت میں چند رشتوں سے نکاح کی حرمت ذکر کرنے کے بعد فرمایا وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (ترجمہ) اور حلال کی گئیں واسطے تمہارے وہ جو سوائے ان (مذکورہ بالا) کے ہیں اور خاص آنحضرت کی ازواج مطہرات سے نکاح کی حرمت کے متعلق فرمایا وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا (سورت احزاب پ۲۲) (ترجمہ) اور نہ یہ جائز ہے کہ تم نکاح کرو ان سے بعد آپ کے کبھی بھی"۔ تو کوئی باطل پرست گستاخ کہہ سکتا ہے کہ چونکہ آنحضرت کی ازواج مطہرات (سورت نساء کی مذکورہ محرمات کے سوا ہیں۔ اس لئے (معاذ اللہ) رسول اللہ صلعم کے بعد ان سے بھی نکاح حلال تھا۔ اسی طرح اس کی مثالیں قرآن شریف میں بہت ہیں کہ خاص و عام اور منطوق و مفہوم کے مقابلے کے وقت

خاص اور منصوص کا لحاظ ہوتا ہے پس اسی طرح ختم نبوت کے دلائل جو قرآن و حدیث میں منصوص ہیں۔ وہ عموم استدلال سے جن سے قادیانی استدلال پکڑتے ہیں ان سب پر مقدم ہوں گے۔

(نوٹ) اوپر کا جواب علم اصول کی بنا پر ہے جس سے قادیانی علماء عموماً نا آشنا ہیں خصوصاً مرزا صاحب بھی اس سے نابلد محض تھے۔ اب قرآن شریف کے سلسلۂ کلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ جس سے پہلے ایک تمہید کا بیان ضروری ہے۔ قرآن شریف مربوط اور موصول کلام ہے۔ جس کی صحیح تفصیل کے لئے سلسلہ کلام کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) یہ امر مسلّم کُل ہے کہ قرآن شریف کلام خدا ہے اور درجۂ اعجاز کو پہنچا ہوا فصیح و بلیغ کلام ہے۔ پس ایسے کلام کے لئے ضروری ہے کہ اس کا بیان اور سلسلۂ کلام باہم موصول اور مربوط ہو۔ اس کے کلمات کی شستگی اور معانی کی لطافت کے علاوہ اس کے کلمات کی ترتیب اور آیات کا ارتباط اور بیان کا تسلسل نہایت موزوں اور مناسب صورت میں ارفع ہو۔ جس کلام میں ایسے اوصاف نہ ہوں وہ کلام معجزہ کیا اس کا وزن فصحائے عرب کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے۔

(۲) اس قاعدے کی تائید میں آیات ذیل ملاحظہ ہوں۔ کہ جن میں قرآن شریف نے اپنے آپ کو کلام موصول اور ترتیب میں احسن ہونے کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ پہلی آیت:- وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (سورت قصص۔ پ۲۰۔ ع۶) یعنی حق تعالےٰ نے فرمایا البتہ تحقیق ہم نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے اس قول یعنی قرآن شریف کو موصول کر کے بھیجا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔ اس استدلال کی تائید میں اس آیت کے ذیل میں تفاسیر ذیل ملاحظہ ہوں۔ امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ وتوصیل القول هُوَ اِتْيَانُ بَيَانٍ بَعْدَ بَيَانٍ وَهُوَ مِنْ وَصْلِ الْبَعْضِ بِالْبَعْضِ (تفسیر کبیر طبع اول جلد ۶ ص۶۱۲) اور توصیل کلام کا معنی ہے لانا ایک بیان کا بعد دوسرے بیان کے اور وہ جوڑنا ہے ایک کو دوسرے کے ساتھ۔ اسی طرح تفسیر ابی السعود میں ہے وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ وقرئ بالتخفیف ای انزلنا القران علیہم متواصلا بعضہ اثر بعض حسبما تقتضیہ الحکمۃ والمصلحۃ یعنی وَصَّلْنَا (بالتشدید) کو تخفیف یعنی بغیر شد کے بھی وَصَلْنَا پڑھا گیا ہے (ترجمہ) ہم نے قرآن کو نازل کیا اور موصول ہے بعض کا پیچھے بعض کے۔ مطابق اس کے جس کا تقاضا کرے حکمت اور مصلحت۔ اس آیت اور تفاسیر کے حوالجات سے واضح ہو گیا کہ قرآن شریف کا بیان اکھڑ اکھڑا کلام نہیں بلکہ موصول ہے اور نہایت باحکمت ربط سے ہے۔

دوسری آیت:- سورۃ فرقان میں فرمایا وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا (پ۱۹ ع۱) یعنی حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن شریف کو عمدہ ترتیب میں بیان کیا ہے۔ ترتیل کے معانی کی تحقیق کے لئے لغت کی مندرجہ ذیل کتابوں

کے حوالجات ملاحظہ ہوں۔ چنانچہ لسان العرب جو عربی زبان کی سب سے بڑی لغت کی کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے اَلرَّتَلُ حُسْنُ تَنَاسُقِ الشَّیْءِ وَرَتِلِ الْکَلَامِ اَحْسَنَ تَالِیفَہٗ وَاَبَانَہٗ یعنی رتل کے معنی ہیں کسی شے کی ترتیب کی خوبی اور عمدگی اور رَتَّلَ الْکَلَامَ کے معنی ہیں اس نے کلام کی تالیف اچھی طرح سے کی اور اسے خوب واضح طور پر بیان کیا۔ قاموس میں اسی کو وضاحت کے ساتھ یوں لکھا ہے محرکۃ حسن تناسق الشیٔ والحسن عن الکلام والطیب من کل شیٔ۔ یعنی رَتَل ت کی فتح کے ساتھ اس کے معنی ہیں کسی شے کی ترتیب کی خوبی اور عمدگی اور کلام کی جنس میں سے عمدہ کلام اور ہر شے کی نہایت پاکیزہ اور ستھری صورت اسی طرح لغت کی دوسری کتابوں میں بھی انہی معنی کی تائید کئی محاورات سے کی ہے۔ مثلاً لغات وحیدی۔ اساس البلاغت مصباح المنیر۔ صُراح وغیرہا۔ ان حوالجات کی تائید کے لئے تیسری آیت ملاحظہ کیجیے جو سورۃ زمر میں ہے۔ کہ حق تعالے فرماتا ہے اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ (سورت زمر پ۲۳ ع۳) یعنی اللہ نے اتارا سب سے عمدہ کلام جو کتاب ہے متشابہ یعنی جس کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے اور وہ آیات مکرر سہ کرر بیان کی گئی ہیں اس آیت کی کچھ وضاحت کے لئے چند امور ضروری ہیں اوّل یہ کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کو احسن الحدیث فرمایا یعنی سب سے عمدہ کلام جو اعجاز کو پہنچا ہوا ہے جس کا مقابلہ انسانی علم اور لیاقت سے بالا ہے اور اس کی شہادت میں دو وصف فرمائے متشابہ اور مثانی جس سے مراد یہ ہے کہ اس کے مضامین آپس میں ملتے جلتے ہیں اور ان میں تخالف نہیں ہے۔ بلکہ ایک آیت دوسری آیت کی تائید و تصدیق اور تفسیر کرتی ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ دوسرا وصف مثانی فرمایا یعنی اس کی آیات پند و نصیحت کے لئے مکرر سہ کرر بیان کی گئی ہیں۔ جن میں تخالف ہرگز نہیں ہے۔ اس آیت سے بھی ثابت ہے کہ قرآن شریف کے کلمات اور آیات باہم موصول ہیں اور ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اور ان میں ہرگز تخالف و تعارض نہیں ہے اس طویل تمہید لیکن از بس مفید کے بعد واضح ہوا کہ سورت اعراف کی آیت آنحضرت کے بعد سلسلہ نبوت جاری رکھنے کے متعلق نہیں ہے بلکہ آدم علیہ السلام کے بہشت سے نکالنے اور زمین پر آباد کرنے کے بعد کے زمانے کے متعلق ہے جو آدمؑ کے وقت سے مستقبل میں ہونے والا تھا کہ اس زمانے میں اولاد آدمؑ کی ہدایت کے لئے خدا کے رسول آتے رہیں گے یہ سلسلہ جاری رہا حتی کہ رسول اللہ کی مبارک آمد پر خدا تعالیٰ نے آیت خاتم النبیین بھیج کر بتلا دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلسلۂ نبوت کے آخری نبی ہیں اور آنحضرت نے بھی واضح طور پر فرمایا اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ہم نے یہ جو کہا کہ سورت اعراف کی آیت آدمؑ کے بعد اجرائے نبوت کی دلیل ہے اس کو ہم سورت اعراف کی آیات کے سلسلہ کلام اور دیگر مقامات کی آیات کی تائیدوں سے ثابت کرتے ہیں۔ جن کے سمجھنے کے لئے ہم نے اوپر کی تمہید کا بیان

ضروری سمجھا تھا۔ آپ سورت اعراف کی آیت سے پیشتر نظر کریں کہ اوپر مسلسل طور پر حضرت آدمؑ کا قصہ اور اس سے متعلقہ ضروری ہدایات کا بیان چلا آرہا ہے۔ اسی طرح سورت بقرہ پ۱ ع۴ میں حضرت آدمؑ کا قصہ بھی مطالعہ کریں جس میں ان کے اور ان کی سکونت جنت اور پھر جنت سے نکالے جانے اور زمین پر اترنے اور قصور کی معافی کے ذکر کے بعد فرمایا قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ (ترجمہ) یعنی کہا ہم نے اترو اس سے سب۔ پس اگر آوے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پس جو کوئی پیروی کرے گا ہدایت میری کی پس نہیں ڈر اوپر اُن کے اور نہ وہ غم کھاویں گے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کی ہدایت خدا کے رسولوں کی معرفت آتی رہی ہے۔ چنانچہ یہ قرآن شریف رسول خدا صلعم کی معرفت آیا اور اس کی نسبت فرمایا ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ اور توریت اور انجیل جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت آئیں ان کی بابت فرمایا۔ أَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ o مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ (پ۳ سورۃ آل عمران ع۱) (ترجمہ) یعنی قرآن شریف سے پہلے تورات اور انجیل لوگوں کی ہدایت کے لئے اتاریں اس مضمون کی آیات قرآن شریف میں کثرت سے ہیں اور جیسا کہ سورت اعراف میں فرمایا وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ اسی طرح سورت بقر کی مندرجہ بالا آیت میں فرمایا فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ اور جو کوئی پیروی کرے گا میری ہدایت کی نہیں ہوگا کوئی خوف اوپر ان کے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ دونوں جگہ رسولوں اور ہدایت ربانی کی پیروی کا نتیجہ ایک ہی فرمایا۔ دوسرا مقام سورۃ طٰہٰ میں دیکھئے کہ وہاں بھی حضرت آدم علیہ السلام کے جنت میں سکونت کرنے اور وہاں سے نکالے جانے کے ذکر کے بعد فرمایا۔ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ o (پ۱۶ سورۃ طٰہٰ ع۷) یعنی ہم نے فرمایا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى پس اگر آوے تم کو میری طرف سے ہدایت پس جو کوئی پیروی کرے گا میری ہدایت کی پس نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ بدبخت ہوگا۔ دیکھو ان تینوں مقاموں میں آدمؑ کے بعد ہدایت ربانی کے جاری ہونے کا سلسلہ مذکور ہے۔ یہ تینوں مقامات آپس میں متشابہ یعنی ملتے جلتے اور ایک دوسرے کے مُصَدِّق ہیں۔ پس سورت اعراف کی پیش کردہ آیت کے ساتھ آیت خاتم النبیین کو ملانے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آدم علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری رہتے ہوئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ختم ہوگیا۔ ہمارے اس بیان کردہ طریق سے قرآن شریف کی آیات اور احادیث متفقہ ختم نبوت میں مطابقت قائم رہتی ہے اور قرآن شریف کی آیات اور احادیث صحیحہ کے منصوصات و مفہومات کی رہنمائی ایک ہی طرف رہتی ہے۔ کہ نبوت نبی صلعم پر ختم کر دی گئی۔ قرآن و حدیث کی نصوص بیّنہ کے بعد بھی اگر سورۃ اعراف کی آیت کے یہ معنی سمجھے جاویں کہ سلسلہ نبوت آنحضرت کے بعد بھی جاری ہے تو قرآن شریف کی آیات اور احادیث صحیحہ میں تخالف و تعارض واقع ہو جائے گا۔ اور قرآن شریف کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث

سمجھ بجائے ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرنے کے آپس میں مختلف ہو جائیں گی۔ اور اختلاف منافی صداقت ہے جیسا کہ قرآن شریف ہی کی صداقت کی نسبت فرمایا وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (پ ۵۔ سورۃ نساء۔ ع) (ترجمہ) یعنی اگر یہ قرآن شریف خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو البتہ پاتے اس میں اختلاف بہت۔ ہاں اگر لفظ خاتم کے وہ معنی جو خدا و رسول کی مراد ہیں ان کو بدل کر اور حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کے مقابلہ میں کہ مقید یعنی جنس ہے۔ شرعی اور غیر شرعی کا امتیاز کر کے صاحب شرع کی قید بڑھائی جائے تو یہ تحریف معنوی اور خدا سے رسول کی مراد کو بگاڑ کر از خود اضافہ ہو گا اور یہ ہر دو امر باطل اور حرام ہیں

دفع دخل مقدر اگر کہا جائے کہ سورت اعراف کی آیت میں بنی آدم کو خطاب کر کے يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ فرمایا ہے اور سورۃ بقرہ اور سورۃ طٰہٰ کی آیتوں میں ایسا نہیں ہے تو اس کا

جواب یہ ہے کہ سورۃ بقرہ اور سورۃ طٰہٰ کی آیتوں میں اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ کے خطاب میں آدم اور حوا علیہما السلام کے ساتھ ان کی اولاد بھی شامل ہے۔ دیکھئے ہر سہ مقامات پر ہدایت کی پیروی کا نتیجہ بترتیب یوں فرمایا ہے (۱) فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورۃ اعراف) اور (۲) فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورۃ اعراف) اور (۳) فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى (سورت طٰہٰ) اس باریکی کی تائید کے لئے سورت اعراف ہی کی آیات کو دیکھئے کہ جنت سے نکلنے کا حکم دینے کے بعد خدا تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہما السلام کو فرمایا قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝ (ترجمہ) یعنی فرمایا اتر جاؤ بعض تمہارے واسطے بعض کے دشمن ہوں گے اور واسطے تمہارے زمین میں ٹھہرنے کی جگہ ہو گی اور زندگی کے لئے اسباب بھی ایک مدت تک اور نیز فرمایا اسی میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے (قیامت کے دن قبروں سے) نکالے جاؤ گے دیکھئے ان آیتوں میں خطاب آدم اور حوا علیہما السلام کو ہو رہا ہے حالانکہ آدم علیہ السلام اور حوا علیہما السلام کے درمیان دشمنی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی اولاد میں دشمنی ہے اور جو امر اس کے بعد ذکر کئے گئے ہیں ان میں ان کی اولاد بھی شامل ہے۔

پس اسی طرح سے سورت اعراف کی زیر بحث آیت میں يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ سے خطاب کر کے فرمایا وہ اسی لحاظ سے ہے اس طریق سے سب مقامات پر خطاب کے صیغے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں حاصل کلام یہ کہ سورۃ اعراف کی زیر بحث آیت میں حضرت آدم کے بعد ان کی اولاد میں سلسلہ نبوت جاری رہنے کا ذکر ہے نہ کہ آیت خاتم النبیین کی نص صریح کے خلاف آنحضرت صلعم کی بعثت کے بعد بھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ کہ ہم نے مرزائیوں کے اس استدلال کی سب کڑیوں کو توڑ تاڑ کر مشکل امر کو مدلل طور پر سمجھا دیا ہے۔ فللہ الحمد۔

يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ

وہ بلائے جاتے ہیں طرف خدا کی کتاب کی تاکہ وہ (کتاب) فیصلہ کرے ان کے درمیان پھر پھر جاتا ہے ایک فریق

مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ ۲۳

ان میں سے اور وہ ہیں منہ پھیرنے والے۔ ۲۳

وہ لوگ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ بلائے جاتے ہیں خدا کی کتاب[۲۳] کی طرف لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ تاکہ وہ (کتاب) فیصلہ کرے ان کے درمیان (ان امروں میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں) ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ پھر (اس دعوت کے بعد) پھر جاتا ہے ایک فریق ان میں سے (خدا کی کتاب پر فیصلہ کرنے سے) وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ اور وہ (ملے ہمارے پیارے نبی آپ سے) منہ موڑنے والے ہیں۔ ۲۳

[۲۳] اس جگہ کتاب اللہ سے مراد کے متعلق دو قول ہیں ایک یہ کہ مراد اس سے توریت ہے دوسرا یہ کہ مراد اس سے قرآن شریف ہے (تفسیر معالم) ہر ایک کی تائید قرآن شریف کی آیات سے ہو سکتی ہے۔ پہلے گروہ کی تائید میں ادہر کی آیات میں نظر کرو کہ آیت اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ میں اہل کتاب کے اختلاف کا ذکر کیا اس کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے علم آچکنے کے بعد ایک دوسرے کی دشمنی سے اختلاف کیا۔ یہ علم ان کو سوائے خدا کی کتاب توریت، زبور اور انجیل اور خدا کے انبیاء موسیٰ و عیسیٰ وغیرہما کے اور کس طرح ہو سکتا تھا۔ دوسرے گروہ کی تائید میں ملاحظہ ہو آیت وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (سورت نحل پ۱۴ ع۸) اے ہمارے پیارے نبی ہم نے آپ پر یہ کتاب (قرآن شریف صرف) اس لئے نازل کیا ہے کہ آپ ان امروں کے اختلاف کو بیان کریں جو لوگوں نے از خود ڈال لئے۔ نیز فرمایا اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (سورت نمل پ۲۰ ع۶) یعنے بیشک یہ قرآن شریف بیان کرتا ہے اوپر بنی اسرائیل کے اکثر وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ نیز سورت مائدہ میں توریت اور انجیل کا ذکر کسی قدر تفصیل سے فکر کرنے کے بعد فرمایا وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (سورت مائدہ پ۶ ع۱۱) یعنی نازل کی ہم نے (اے ہمارے پیارے نبی) یہ کتاب طرف آپ کی (یعنی قرآن شریف) تصدیق کرنے والی اس کتاب کی جو اس سے پہلے ہے (یعنی توریت، زبور، اور انجیل کی) اور حفاظت کرنے والی اوپر اس کے۔ ان سب آیات سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن شریف رسول اللہ صلعم کی معرفت نازل ہو کر جملہ اختلافات کو مٹانے والا ہے جو اس کے نزول کے وقت موجود ہوں یا پیچھے واقع ہو جائیں یا اس سے پہلے یہود اور نصاریٰ اہل الکتاب میں پڑے ہوئے ہوں۔ اور یوں بھی خدا کی ہر کتاب اور وقت کا ہر نبی ہر اختلاف کا مٹانے والا ہے جیسا کہ فرمایا كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط (سورت بقر پ۲ ع۲۶) (باقی بر صفحہ ۸۶)

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪

یہ (جرأت) اس سبب سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ہرگز ہرگز نہ لگے گی آگ مگر چند دن گنتی کے

وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ فَكَيْفَ اِذَا

اور دھوکہ دیا ان کو ان کے دین میں اس شے نے جو وہ افترا کرتے آئے ہیں ۲۴ پس کس طرح ہوگا جب

جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ

ہم ان کو جمع کریں گے اس دن کے لئے جس میں کوئی شک نہیں

ذٰلِكَ یہ جرأت عکمہ باوجود صاحب کتاب ہونے کے انبیاء علیہم السلام اور ان کے حقانی جانشینوں کو قتل کر ڈالتے ہیں اور باوجود اپنی بدعملیوں کے عذاب دوزخ سے بیخوف ہو گئے ہیں) بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اس سبب سے ہوئی کہ وہ بغیر دلیل کے خودساختہ باتوں سے) کہتے ہیں۔ کہ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ ہرگز ہرگز ہم کو نہیں چھوئے گی آگ (دوزخ کی) اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ مگر چند دن گنتی کے وَ اور (اس زعم باطل میں) غَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ ان کو دھوکہ دیا ان کے دین میں مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اس افترا نے جو وہ (قدیم سے باندھتے آئے ہیں) اچھا ان غلط آرزوؤں اور آسائشوں سے دنیا میں تو انہوں نے کام چلا لیا فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ پس کیا حال ہوگا ان کا جب ہم ان سب کو حساب اعمال کے لئے جمع کریں گے۔ اس دن جس کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص ۸۳) تھے لوگ امت ایک پس بھیجا اللہ نے پیغمبروں کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور اتاری ساتھ ان کے کتاب ساتھ حق کے تو کہ فیصلہ کرے درمیان لوگوں کے بیچ اس چیز کے کہ اختلاف کرتے ہیں بیچ اس کے ۱۲ منہ

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) ۲۴ یہود کے اس قول کے متعلق ہم پہلے پارے میں بضمن نوٹ ۲۲۱ لکھ آئے ہیں کہ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ کے متعلق مفسرین کے کئی قول ہیں۔ ہاں یہ کہ اس سے بلا تعیین قلیل مدت مراد ہے جیسے کہ یوسف کے ذکر میں ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ یعنی قافلہ والوں نے حضرت یوسف کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا جو چند درہم تھے (کبیر) ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ مدت کی تعیین کی کوئی دلیل قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔ بلکہ امام بخاری اور امام احمد رحمہما اللہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے خیبر کے دن یہودیوں سے پوچھا تھا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم دوزخ میں تھوڑی مدت رہیں گے (کبیر و فتح البیان ملخصاً) ۱۲ منہ

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○ ۲۵

اور پورا دیا جائے گا ہر نفس کو جو کمایا اس نے اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے ۲۵

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۤءُ وَتَنْزِعُ

کہئے یا اللہ مالک ملک کے دیتا ہے تو بادشاہی جس کو چاہے اور چھین لیتا ہے

الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۤءُ ط وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۤءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۤءُ ط

تو بادشاہی جس سے چاہے اور عزت دیتا ہے تو جس کو چاہے اور ذلیل کرتا ہے تو جس کو چاہے

بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ ۲۶

سب بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے تحقیق تو ہر چیز پر قادر ہے ۲۶

وَ اور اس دن میزان عدل[1] قائم کر کے وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ہر نفس کو اس کے کسب کردہ اعمال کی جزا حسب[2] وعدہ پوری دی جائے گی وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر حساب اور جزا میں کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اے ہمارے حبیب پاک آپ ان لوگوں سے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم نبی آخر الزمان کے زیر فرمان ہو گئے تو ہمارا رسوخ و اقتدار جو ہم کو اپنی قوم اور ملک میں ہمسایہ قوموں میں حاصل ہے جاتا رہیگا خطاب نہ کیجیے۔ بلکہ قُلْ کہئے یعنی ان الفاظ میں ہمارے حضور میں دعا کیجیے اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ اے اللہ تمام ملک کے بادشاہ جس کے اختیار میں سب کچھ ہے تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۤءُ دیتا ہے تو بادشاہی اپنے اختیار سے جس کو چاہے وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۤءُ اور چھین لیتا ہے تو بادشاہی اپنے حکم سے جس سے چاہے وَ اور اسی کے ضمن میں عزت اور ذلت ہے سو تُعِزُّ مَنْ تَشَاۤءُ تو عزت دیتا ہے جس کو چاہے اپنے علم و حکمت سے وَ اور تُذِلُّ مَنْ تَشَاۤءُ تو ذلیل کرتا ہے تقاضائے مصلحت جس کو چاہے بِيَدِكَ الْخَيْرُ تیرے ہاتھ میں ہے سب طرح کی بھلائی دین میں ہو یا دنیا میں علم یا فضل میں ہو یا عمل میں اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بیشک تو ہر چیز پر کامل قدرت اور اختیار والا ہے۔

[1] جیسا کہ سورہ انبیاء پ ۱۷ ع ۴ میں فرمایا وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط اور رکھیں گے ہم ترازوئیں عدل کی دن قیامت کے پس نہ ظلم کیا جاویگا کسی نفس پر کچھ بھی ۱۲ منہ [2] حسب وعدہ اس لئے کہا ہے کہ اعمال کی جزا خدا کے ذمہ واجب نہیں ہے لیکن خدا نے وعدہ کیا ہے کہ میں قیامت کے دن کو قائم کر کے سب نیکوں اور بدوں کو ان کے اعمال کی جزا دوں گا (باقی بر صفحہ)

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ

داخل کرتا ہے تو رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے تو دن کو رات میں اور نکالتا ہے تو زندے کو

مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز

مردے سے اور نکالتا ہے تو مردے کو زندے سے

عالم بالا کے انقلابات اور نظام شمسی و قمری کے سب تصرفات بھی تیرے اختیار میں ہیں۔ کہ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں یعنی گرمیوں میں رات کو چھوٹا کر کے اتنا وقت دن میں داخل کر کے دن کو لمبا کرتا ہے۔ یعنی تاریکی کو روشنی سے بدل دیتا ہے وَ اور اسی طرح تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ داخل کرتا ہے تو دن کو رات میں یعنی سردیوں میں دن کو چھوٹا کر کے اتنا وقت رات میں بڑھا دیتا ہے۔ جس سے روشنی تاریکی سے بدل جاتی ہے رات اور دن کی اس کمی بیشی میں موسموں اور فصلوں کی تبدیلی واقع ہوتی ہے جو سراسر حکمت پر مبنی ہے وَ اور اسی طرح پیدائش کے سلسلے میں تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ نکالتا ہے تو زندے کو مردے سے یعنی مرغی کو انڈے سے یا چوپایہ جانوروں اور انسانوں کے تخم آب سے رحم مادر میں بچہ پیدا کر کے اس کو زندگی بخشتا ہے یا مردہ دانے کو بطن زمین میں رکھ کر اس سے سرسبز انگوری نکالتا ہے۔ جس سے طرح طرح کی سبزیاں اور پھل دار درخت پیدا ہوتے ہیں۔ جن میں ایک نوع کی زندگی ہے یا معنوی زندے یعنی مومن کو معنوی مردے یعنی کافر سے پیدا کرتا ہے وَ اور اس کا عکس بھی تیرے اختیار میں ہے کہ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ نکالتا ہے تو مردے کو زندے سے یعنی مرغی سے انڈا۔ یا پھل دار درختوں سے گٹھلی۔ اور سبزیوں سے خشک دانے اور چوپایوں اور انسانوں سے تخم آب جو مردہ ہوتا ہے۔ یا معنوی مردہ یعنی کافر سے معنوی زندہ یعنی مومن کو پیدا کرتا ہے۔ غرض جملہ تصرفات زمینی اور آسمانی۔ جوہری اور ارضی۔ پیدائشی اور انتظامی۔ جسمانی اور روحانی۔ قلبی اور معنوی اور سلسلۂ موت و حیات اور نظام فنا و بقا سب تیرے اختیار میں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷) جیسا کہ سورہ انبیاء پارہ ۱۷ رکوع ۷ میں فرمایا۔ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ۝ یعنے جیسے شروع کی تھی ہم نے پہلی پیدائش۔ دوبارہ کریں گے ہم اس کو۔ وعدہ ہے ہمارے ذمے تحقیق ہم کرنے والے ہیں۔ دیگر معنی حسب وعدہ پوری جزا کے یہ ہیں کہ ہر نیکی کی جزا کم از کم دس گنا ہوگی اور زیادہ حسب خلوص و موقع اس سے کئی سو تک دی جائے گی اور ہر بدی کی جزا اس کی مثل ایک ہی ہوگی جیسا کہ کئی ایک آیات میں مذکور ہے ۱۲ منہ

وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

اور رزق دیتا ہے تو جس کو چاہے بغیر حساب کے

وَاور اسباب معیشت میں تَرْزُقُ روزی بخشتا ہے تو مَنْ تَشَاءُ جس کو تو چاہے بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ بغیر شمار کے کہ اس سے اس کا شمار مشکل ہوتا ہے یا روزی بخشتا ہے ایسے اسباب اور مقام سے جن کا اس شخص کو گمان نہیں ہوتا

تنبیہ: یہ دعائے مذکورہ بالایعنی اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ کی مناسبت ان حالات سے جو نزول قرآن کے وقت آنحضرتؐ کے سامنے تھی۔ نہایت دلچسپ اور کیف آور ہے اور اس میں رسول کریمؐ کی رسالت کی صداقت اور قرآن شریف کی بلاغت کا بین ثبوت ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ دعائے مذکورہ سے پیشتر اہل کتاب یہود اور نصارٰی جو ملک عرب خصوصاً مدینہ شریف اور اس کے گرد و نواح میں آباد تھے ان کی اسلام دشمنی کا ذکر متواتر چلا آرہا ہے۔ پیغمبر آخرالزمان کی بشارتیں یہود اور نصارٰی کی کتب توریت و انجیل اور دیگر انبیاء کے صحیفوں میں کثرت سے موجود تھیں۔ لیکن ان کا گمان تھا کہ ان بشارتوں کا مصداق بنی اسحاق میں سے ہوگا۔ نہ کہ بنی اسمٰعیل میں سے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی ہرقل شاہ روم والی حدیث سے ظاہر ہے کہ ہرقل نے ابو سفیان سے کہا وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ یعنی یہ تو میں جانتا تھا کہ وہ نبی ظاہر ہونے والا ہے۔ لیکن میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ وہ تم میں سے یعنی عربوں میں سے ہوگا۔ ان کے اس گمان کی بنا اس بات پر تھی کہ حضرت اسحاقؑ سے لے کر حضرت عیسٰیؑ تک بنی اسحاق میں سے کثرت سے نبی اور مرسل ہوتے رہے۔ ان میں سے بعض پر خدا تعالٰے نے اپنی کتابیں بھی نازل کیں اور اس خاندان میں سیاسی حکومت بھی باقاعدہ چلی آئی اگرچہ بعض اوقات ناخوشگوار انقلابات بھی واقع ہوتے رہے لیکن نبوت اور کتاب آسمانی کے نزول اور حکومت کا سلسلہ بنی اسحاق سے نہ ٹوٹا۔ ان کے مقابلے میں ان کے شریک بھائیوں

ل حساب کے معنی دو ایک شمار اور دوسرا گمان بعض شخصوں کی روزی اللہ اتنی وسیع کرتا ہے اور ان کے لئے اتنے اسباب میسر کرتا ہے کہ اس کی گنتی مشکل ہوتی ہے اور بعض وقت ایسے مخفی اسباب سے رزق پہنچاتا ہے جن کا انسان کو گمان نہیں ہوتا جیسا کہ فرمایا سورت طلاق پارہ ۲۸ میں وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ اور جو ڈرے اللہ سے کرے گا خدا اس کے لئے صورت خلاصی کی اور رزق دے گا اسے جہاں سے اس کو گمان نہیں ۱۲ منہ

بنی اسمٰعیل کو کوئی چیز بھی حاصل نہ تھی۔ نہ تو حضرت اسمٰعیلؑ اور آنحضرتؐ کے درمیان بنی اسمٰعیل میں کوئی نبی پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی کتاب آسمانی نازل ہوئی اور نہ ان کی ملک عرب پر کوئی باقاعدہ حکومت قائم ہوئی علاوہ اس کے بنی اسحاق دنیا کے نہایت سرسبز اور شاداب علاقے یعنی ملک شام میں آباد تھے۔ جہاں پہاڑوں سے قدرتی چشمے جاری ہو کر ملک کو سیراب کرتے تھے۔ اور بنی اسمٰعیل صحرائے عرب میں سکونت پذیر تھے۔ جہاں سارے ملک میں ایک دریا بھی نہیں۔ بنی اسحاق میں جو صدہا سال تک یہ دستور چلا آیا۔ تو انہوں نے سمجھا کہ دنیا کی ہر نعمت کے لائق اور وارث ہم ہیں۔ ہمارے شریک بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل کو ان نعمتوں میں سے قدرت نے جو کوئی حصہ بھی نہیں دیا۔ تو وہ ہمارے مقابلہ میں خدا کی نظر سے گرے ہوئے ہیں۔ ان کی آبادی بدوی اور صحرائی ہے علم و صنعت اور تمدن اور لیاقت جہانبانی کی کوئی بھی قابلیت ان میں نہیں ہے۔ اس لئے پیغمبر آخر الزمان جس کی شان ہماری کتابوں میں سب انبیاء سے بلند بتائی گئی ہے۔ لامحالہ ہماری قوم سے ہوگا۔ ان کے اس خیال نے حقیقت امر کو ان کی نظروں سے چھپا دیا تھا کہ جس نبی آخر الزمان کی شان ان کی کتابوں میں مذکور ہے اس کا مصداق باتفاق یہود و نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ تک کوئی نہ ہوا۔ اور آگے کی امید موہوم ہے۔ کیونکہ ان بشارتوں میں جو پرانے عہد نامے میں حضرت موسیٰؑ کی تورات اور حضرت داؤدؑ کی زبور اور حضرت سلیمانؑ کی کتاب غزل الغزلات اور یسعیاہ نبی اور دانیال نبی اور حبقوق نبی اور ملاکی نبی علیہم السلام کی کتابوں میں اور نئے عہد نامے میں انجیل یوحنا وغیرہ میں جو بشارتیں مذکور ہیں۔ ان کی رو سے نبی آخر الزمان کا بنی اسمٰعیل میں سے ہونا صاف صاف الفاظ میں مرقوم ہے لیکن حسد اور تعصب نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ اور وہ ان انبیاء کی تصریحات کے خلاف اپنے وہم و گمان کی پیروی کرتے رہے۔

سو خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرمؐ کو یہ دعا سکھائی۔ کہ خداوند! دنیا جہان کا حقیقی بادشاہ تو ہے۔ دنیا کے سب انقلابات اور تصرفات تیرے اختیار میں ہیں۔ کسی کو بادشاہ بنانا اور کسی سے بادشاہی چھین لینا۔ کسی کو عزت بخشنا اور کسی کو ذلیل کرنا تیری ہی شان ہے۔ اسی طرح نور اور تاریکی کا خالق و مالک تو ہی ہے اور زندگی بخشنا اور موت وارد کرنا تیرے ہی قبضے میں ہے۔ تو نے اپنے فضل سے بنی اسحاق میں نبوت اور کتاب اور بادشاہی جب تک چاہی رکھی اور صدہا سال تک اپنی حکمت سے عرب کے دیہاتی کو ان مذکورہ جملہ نعمتوں میں سے کچھ نہ دیا۔ اور اس کو تاریکی اور مردگی کی حالت میں رکھا۔ تو اس بات پر بھی قادر ہے کہ یہ سب نعمتیں بنی اسحاق سے چھین کر عرب کی تاریکی کو قندیل نبوت سے روشن کر دے اور اس کی جہالت کو علم و معرفت سے بدل دے۔ اور ان کی حکومت و سیاست کے سایہ کو ایسا وسیع کر دے کہ دنیا جہان پر چھا جائے اور مردہ نما زندے حقیقتاً مر جائیں اور زندگی کے آثار رکھنے والے جو لوگوں کی نظروں میں بیمار اور مردہ سمجھے جاتے ہیں۔ زندگی پا کر

دنیا جہان کی مردنی کو دور کردیں اور تو اس بات پر بھی قادر ہے کہ یہ سب نعمتیں ایسے مخفی اسباب سے ان کو عطا کرے جو لوگوں کے وہم و گمان میں نہ آسکتے ہوں۔ چنانچہ چند سال میں ایسا ہی واقع ہوگیا۔ اور ان امیتوں میں خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو بموجب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی دعا کے پیدا کرکے دنیا جہان کو علم و معرفت کے نور سے منور کردیا۔ اسی حقیقت کو مولانا حالی مرحوم نے اپنی مسدس میں اس طرح ادا کیا ہے ؎

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت — بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت — چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا!
دعائے خلیل۔ اور نوید مسیحا!

ہوئے محو عالم سے آثارِ ظلمت — کہ طالع ہوا ماہِ برجِ سعادت
نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت — کہ تھا ابر میں ماہتابِ رسالت

یہ چالیسویں سال لطفِ خدا سے
کیا چاند نے کھیت غارِ حرا سے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا۔ ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی۔ غلاموں کا مولےٰ

خطا کار سے درگذر کرنے والا — بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیروزبر کرنے والا! — قبائل کو شیر و شکر کرنے والا!

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا!
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مسِ خام کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا۔
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا — پلٹ دی بس اک آن میں اسکی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا!!!
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ
نہ پکڑیں ایمان والے کافروں کو دوست سوائے

الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ
مومنوں کے اور جو کرے گا یہ (کام) پس نہیں ہے وہ اللہ سے

فِيْ شَيْءٍ ؕ
کسی شے میں

پھر اس طرف اشارہ کیا کہ چونکہ روشن کو تاریک اور مردے کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی شان سے ہے۔ اور وہ مصاحبت میں زیادہ قریب ہے تو اس مصاحبت کو چھوڑ دینا واجب ہو گیا پس فرمایا لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ زندہ نور والے مومن تاریکیوں والے مردہ کفار کو دوست نہ بنائیں۔ خصوصًا ایسے لوگوں کو جو مومنین کی دوستی سے تجاوز کرنے والے ہیں کہ مومنین جو نور اور زندگی کو بڑھانے کا سبب ہیں اور کفار کی صحبت سے جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کرنے والے ہیں اور جو کوئی کسی وقت بھی ایسا کام کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ کی دوستی سے جو نور اور زندگی بخشنے والی ہے کوئی حصہ نہیں ملے گا مگر اس صورت میں کہ تم کو ان سے کوئی خوف ہو تو اس کو دور کرنے کے لئے ان سے دوستی کا اظہار کر لو اور اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے دلی دوستی کرنے سے اپنے آپ سے ڈراتا ہے جو زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے انہیں صاحب اختیار بنانے سے ان کی قدر ہوگی اور ان کے انہیں عاجزی کرنے سے وہ عاجز ہو جائیں گے وَاِنْ اَنْذَرُوْا فَهُوَ مُنْقَطِعٌ اور اللہ کا خوف منقطع نہیں ہوتا کیونکہ اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ چونکہ مسلمانوں اور کافروں کے میل جول سے مسلمانوں کی غیرتِ دینی اور حمیتِ قومی پر برا اثر پڑ سکتا ہے کیونکہ صحبت کا اثر مسلّم کل ہے۔ اور خبیث اور طیب کے میل جول میں خبیث سے پرہیز لازم ہے اس لئے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ یعنے نہ پکڑیں ایمان والے لوگ بعد رسالت محمدی پر صدقِ دل سے ایمان لا کر نورِ معرفت اور حیاتِ روحانی حاصل کر چکے ہیں کافروں کو ان لوگوں کو جو نبوتِ محمدیؐ سے انکار کی تاریکی میں پڑ کر مردہ ہو چکے ہیں) دوست سوائے مومنوں کے کیونکہ ایمان اور کفر دو متضاد امر ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے اسی طرح مومن اور کافر بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں یہ بھی آپس میں دلی رغبت سے جمع نہیں ہو سکتے وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جو شخص یہ کام کرے گا یعنی مومن ہو کر مومنوں کے سوا کافروں کو

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى

مگر یہ کہ بچو تم ان سے بچنا اور ڈراتا ہے تم کو اللہ اپنی ذات سے اور طرف

اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

اللہ ہی کے ہے پھرنے کی جگہ ۲۸

ولی دوست بنائے گا۔ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ تو وہ اللہ سے کسی شے میں نہیں ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے خدا اور اس کے رسول سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو چھوڑ کر ان لوگوں سے تعلق جوڑا۔ جن کو خدا اور اس کے رسول سے کوئی واسطہ نہیں ایسے امور میں تمہارے لئے خدا کے ساتھ تعلق رکھنے کی کوئی صورت نہیں اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً مگر اس صورت میں کہ تم مومن بچو ان کافروں سے خوب بچنا۔ اور اگر تم کسی قسم کے ڈر کی وجہ سے مومنوں کو چھوڑ کر ان کافروں کو دوست بنانا چاہو۔ تو يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ڈراتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے پس کافروں کے ڈر کے مقابلہ میں خدا کا ڈر مقدم جاننا چاہیئے۔ کیونکہ کافروں کی تکلیف کا خوف وہمی اور عارضی ہے۔ جس سے بچنے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں اور خدا کا عذاب واقعی اور حقیقی ہے۔ جس سے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں۔ پس خدا کا خوف بہرحال مقدم جاننا چاہیئے۔ اور اس لئے بھی کہ آخر کار اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ خدا ہی کی طرف ہے لوٹ کر جانے کی جگہ۔ اسی معنی میں کہا گیا ہے۔ کہ ؎ دنیا روزے چند + آخر کار با خداوند

لہ تقیۃ۔ مولانا مولوی حکیم سید مقبول احمد صاحب دہلوی شیعی نے اپنے مذہب شیعہ کے مسئلہ تقیہ کو اس آیت کے لفظ تُقٰىةً سے ایسے انداز سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ شانِ علم اور حفاظتِ قرآن کے بالکل خلاف ہے چنانچہ آپ اس آیت کے حاشیہ میں فرماتے ہیں "تُقٰىةً رسم خط کے قاعدے سے اس صورت میں اس لئے لکھا جاتا ہے کہ بعض قاریوں نے حسب تنزیل خدا اس کو تَقِيَّةً پڑھا ہے۔ اور اگر تُقٰىةً بھی پڑھا جائے تب بھی معنی اس کے تَقِيَّةً ہی کے ہوں گے۔ صرف چالاکی یہ کی گئی ہے کہ تُقٰىةً پڑھنے سے مقصد یہ ہے کہ عوام الناس کو دھوکا دیا جائے کہ لفظ تقیۃ قرآن مجید میں نہیں ہے"۔

مولینا سید مقبول احمد صاحب موصوف سے ہماری ملاقات مباحثہ رام پور میں ہوئی تھی۔ جو قادیانیوں سے ہوا تھا۔ مولینا موصوف کے چہرے پر شرافت اور تواضع کے آثار نمایاں نظر آتے تھے۔ لیکن خدا جانے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں ان کا انداز بیان بے باکانہ کیوں ہے۔ صرف اسی مقام پر نہیں بلکہ اسی ترجمہ قرآن کے حواشی میں (باقی بر صفحہ ۹۴)

دیگر بہت سے مقامات پر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں ان کا انداز بیان ایسا ہی ہے۔ خیر اس کا حساب خدا تعالےٰ کے ذمہ ہے۔ ہمارا فرض لفظ تَقِیَّۃً اور تُقٰۃً کے رسم الخط اور ان کے تلفظ اور معنی کی حقیقت بتانا ہے۔ سو معلوم ہو کہ دونوں لفظ وَقٰی یَقِیْ وَقَایَۃً سے ماخوذ ہیں۔ جس کے معنی بچاؤ کرنے کے ہیں اور دونوں لفظوں کا رسم الخط ایک جیسا ہے۔ فرق صرف تلفظ میں ہے اور دونوں ازروئے لغت عرب مصدر ہم معنی ہیں۔ لیکن تُقٰۃً زیادہ مشہور ہے۔ (لسان العرب جلد ۲) لہٰذا اس کو تُقٰۃً کی صورت میں لکھا گیا۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا چالاکی کی اور کیا دھوکہ دیا۔ کیا معنوں میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی ہوگئی ہے؟ جس سے تحریف قرآن لازم آتی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں زبان درازی کی نوبت آسکتی ہو؟ اگر معاذ اللہ بقول مولانا سید مقبول احمد صاحب شیعی ..... صحابہ کرام نے یہی چالاکی کی ہے اور لوگوں کو دھوکہ دیا ہے تو قرآن شریف سے امان اٹھ گیا اور اس کی حفاظت کا جو ذمہ خدا تعالےٰ نے خود لیا تھا۔ وہ معاذ اللہ قابل اعتبار نہ رہا۔ مولانا موصوف خود مانتے ہیں کہ تُقٰۃً کو بعض قاریوں نے تَقِیَّۃً بھی پڑھا ہے۔ تو جب دونوں قرائتیں آپ کے نزدیک مسلّم ہیں اور دونوں لفظوں کا رسم الخط ایک جیسا ہے۔ اور معنی بھی دونوں کے ایک ہیں فرق صرف تلفظ میں ہے۔ جس کا معانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنے اندرونی بغض کی بنا پر بدظنی کرکے قرآن سے قرآن کی حفاظت کا اعتبار اٹھا دینا علم اور عقل اور ذوقِ ایمانی کے خلاف ہے۔ دیگر یہ کہ اگر قرآن شریف میں تُقٰۃً نازل نہ ہوا ہو اور اس کی بجائے تَقِیَّۃً نازل ہوا ہو اور صحابہ کرام معاذ اللہ چالاکی سے تَقِیَّۃً کو تُقٰۃً بنا دیں تو قرآن شریف میں تحریف لفظی کا وقوع لازم ماننا پڑے گا۔ اور اس سے قرآن شریف کی حفاظت قابل اعتبار نہ رہے گی۔ لیکن لطف تو یہ ہے کہ جناب والا نے بھی اصل متن میں لفظ تُقٰۃً ہی لکھا ہے۔ اگر یہ لفظ تُقٰۃً قرآن شریف میں خدا کی طرف سے نازل نہیں ہوا تھا۔ تو آپ نے اپنے اسی طبع کردہ نسخۂ قرآن شریف میں غیر نازل شدہ صورت میں کیوں لکھا؟۔

خوب یاد رکھیئے کہ قرآن شریف کی حفاظت کی ہیبت ہر ایک شخص کے دل پر ایسی چھائی ہوئی ہے۔ کہ کسی شخص کو بھی اس کے کسی لفظ کو تغیر و تبدل کرنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔

باقی رہیں آپ کی وہ روایتیں جو آپ نے حاشیہ کی مذکورہ عبارت کے بعد حضرت امیر علیہ السلام اور بعض دیگر ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے نقل کی ہیں وہ بوجہ بے سند ہونے کے قابل اعتبار نہیں ہیں۔ کیونکہ روایت کے لئے معتبر سند کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ اصول روایت میں مسلّم فریقین ہے ۱۲ منہ فافہم و تدبر

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ

فرمایئے اگر تم چھپاؤ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے یا اس کو ظاہر کرو جانتا ہے اس کو

اللّٰهُ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ

عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

ہر چیز پر قادر ہے ۲۹ جس دن پائے گا ہر نفس حاضر جو کچھ اس نے کیا

اے ہمارے حبیب پاک مسلمانوں کو قُلْ فرمایئے اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اگر تم چھپا کر رکھو جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے کفار کی دوستی کی جنس سے اَوْ تُبْدُوْهُ یا اس کو زبان سے ظاہر کرو۔ کسی قسم کے عذر بنا کر تو یَعْلَمْهُ اللّٰهُ خدا اس کو خوب جانتا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک ظاہر اور پوشیدہ برابر ہے[1]۔ وَ اور اسی پر بس نہیں۔ بلکہ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں کی بلندیوں میں اوپر سے اوپر موجود ہے۔ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ط اور جو کچھ روئے زمین پر عیاں اور اس کے شکم میں نہاں ہے[2] وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر جو عالم زیریں اور عالم بالا میں موجود ہے۔ یا وجود میں آنے کے قابل ہے[3]۔ پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ تمہاری بازگشت خدا کے حضور میں اس دن ہو گی یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا جس دن پائے گا ہر نفس حاضر[4] جو کچھ کیا ہو گا اس نے نیکی سے کہ صحیح عقائد اور نیک نیتوں اور نیک ا[عما]ل

[1] جیسا کہ سورہ رعد پارہ ۱۳ رکوع میں فرمایا سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّیْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ برابر ہے تم میں سے جو چھپاوے بات کو اور جو ظاہر کرے اس کو اور جو چھپنے والا ہے رات کو اور چلنے والا ہے دن کو ۱۲ منہ [2] جیسا کہ سورہ یونس پارہ ۱۱ رکوع میں فرمایا وَ مَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ اور نہیں چھپتی کوئی چیز آپ کے پروردگار سے جو برابر ہو ایک ذرے کے زمین میں اور نہ آسمان میں ۱۲ منہ [3] شے ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو خدا کی مشیت کے تحت وجود میں آچکی ہو یا آئندہ وجود میں آنے کے قابل ہے ۱۲ مستفاد از کلام استاذنا و برکاتنا مولانا ابو عبد اللہ عبید اللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی ۱۲ [4] جیسا کہ سورہ کہف پارہ ۱۵ رکوع میں فرمایا وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا۔ یعنی پالیں گے لوگ حاضر اپنے کئے ہوئے اعمال کو اسی طرح دیگر آیات میں بھی ہے مثلاً پارہ ۳۰ سورہ زلزال میں فرمایا فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ یعنے جو کوئی کرے گا برابر وزن ایک ذرے کے نیکی دیکھ لے گا اس کو اور جو کوئی کرے گا برابر وزن ایک ذرے کے برائی دیکھ لے گا اس کو بھی ۱۲ منہ

مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ

نیکی سے | اور جو کچھ کیا اس نے برائی سے | چاہے گا کاش

اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ

ہوتا درمیان اس کے اور درمیان اس بدی کے فاصلہ دور کا | اور ڈراتا ہے تم کو اللہ | ذات اپنی سے

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

اور اللہ شفقت کرنے والا ہے ساتھ بندوں کے

اور نیک اقوال کو احسن صورتوں میں متجسد کر کے اس کے سامنے کیا جائے گا ؔ اور اسی طرح حاضر پالے گا۔ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ جو کچھ کیا ہو گا اس نے بدی سے اس کے فاسد عقائد اور بُری نیتوں اور منکرات اور بے حیائی کے کاموں اور بُرے اقوال مثلاً جھوٹ غیبت بدزبانی وغیرہ کو بُری اور ڈراؤنی صورتوں میں متجسد کر کے اس کے سامنے کیا جائے گا۔ ان بری اور ڈراؤنی صورتوں کو دیکھ کر تَوَدُّ چاہے گا وہ نفس لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا کاش ہوتا درمیان اس کے وَبَيْنَهٗ اور درمیان اس ڈراؤنی صورت کے اَمَدًا بَعِيْدًا ۚ فاصلہ دور کا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ اور ڈراتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے عقاب سے کہ تم اس کے سامنے حاضر ہونے سے پیشتر اپنی خلاصی کا تدارک کر سکو ؔ اور یہ اس لئے کہا کہ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اللہ نہایت شفقت کرنے والا ہے اپنے بندوں پر۔

لہ اعمال و اقوال اور عقائد نیک ہوں یا بد جنس معانی سے ہیں جو نظر میں نہیں آسکتے۔ پھر ان کے لئے لفظ حاضر اور دیکھ لینا فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ قبر میں اور قیامت کے دن نیک اور بد اعمال وغیرہ کو احسن یا بری صورتوں میں متجسد کر کے نیکوں اور بدوں کے سامنے کیا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ دنیا میں اس کی مثال بعض خوابوں اور ان کی تعبیر سے معلوم ہو سکتی ہے کہ خواب میں بھی معانی کو متجسد کر کے دکھایا جاتا ہے۔ ۱۲ منہ

لہ بَيْنَهَا میں ھَا کی ضمیر نفس کی طرف ہے جو عربی زبان میں مؤنث گنا جاتا ہے اور بَيْنَهٗ میں ہٗ کی ضمیر سُوْءٍ کی طرف ہے جو مذکر گنا جاتا ہے۔ لیکن ہم نے اس کا ترجمہ صورت اس لئے کیا ہے کہ قیامت کے دن اعمال کی صورتیں پیش کی جائیں گی جیسا کہ حاشیہ نمبر ا میں ہو چکا ہے ۱۲ منہ

تتمہ سورت آل عمران

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

کہئے اگر تم خدا کو محبت کرتے ہو تو تم پیروی کرو میری محبت کرے گا تم کو اللہ تعالیٰ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ۳۱ قُلْ

اور بخشے گا تم کو گناہ تمہارے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۳۱ کہئے

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

حکم مانو تم خدا کا اور رسول کا پس اگر وہ پھر جائیں تو بے شک اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتا

الْكٰفِرِينَ ۝ ۳۲

منکروں سے ۳۲

اے ہمارے حبیب پاک ان لوگوں سے جو خدا کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ قُلْ کہئے إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ اگر تم خدا تعالیٰ کو محبت کرتے ہو تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم خدا کے رسولوں اور مقبولوں سے بھی محبت رکھو اور ان کے قدم بقدم چلو فَاتَّبِعُونِي پس تم میری پیروی کرو۔ کیونکہ میں خدا کا رسول مقبول ہوں اور اس کے صلے میں خدا تم کو یہ انعام دے گا کہ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ خدا تعالیٰ تم کو محبت کرے گا۔ پس تم محب خدا ہونے کے بعد میری پیروی سے محبوب خدا ہو جاؤ گے (اور چونکہ محبوبوں کے قصوروں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اور ان کی تقصیریں بخش دی جاتی ہیں) اس لئے يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ خدا بخش دے گا تم کو تمہارے گناہ وَ اور یہ اس لئے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جامع جمیع صفات کمال غَفُورٌ (گناہوں کا) بخشنے والا (اور ان پر پردہ ڈالنے والا اور علاوہ اس کے) رَّحِيمٌ نہایت مہربان ہے۔ کہ گناہ بخشنے کے ساتھ اپنی رحمت سے مزید انعامات بھی بخشتا ہے) قُلْ (یہ بھی) کہئے۔ کہ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ تم (اتباع کے بعد) حکم مانو خدا کا اور (اس کے) رسول کا (کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے۔ اس کا حکم بھی مانا جاتا ہے۔ تاکہ تمہارا ہر قول و ہر فعل

خدا کے اور رسول کے قول اور فعل کے مطابق ہو جائے اور تمہارا خدا کی محبت کا دعویٰ قولاً و فعلاً سچا ثابت ہو۔) وَاِنْ تَوَلَّوْا (اور اگر وہ لے ہمارے حبیب پاک یہ لوگ آپ کی اتباع اور میرے اس حکم سے) سر پھیریں اور آپ کی اتباع اور اطاعت سے انکار کردیں) فَ (تو دیہ انکار کفر ہوگا اور) اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ہ بیشک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا (پس ان سے بھی نہیں کرے گا)

نکتہ متعلق احادیث قولیہ و فعلیہ

اوپر کی دو آیتوں میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت کی بابت اتباع اور اطاعت کے متعلق دو حکم کئے ہیں۔ اتباع کہتے ہیں فعل میں اقتدا اور پیروی کرنے کو اور اطاعت کہتے ہیں حکم بجالانے کو جیسا کہ سورت طٰہٰ پارہ ۱۶ میں مذکور ہے کہ حضرت ہارون نے اپنی قوم کے گوسالہ پرست لوگوں کو کہا تھا یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ۔ یعنی اے میری قوم تم اس گوسالہ کے سبب فتنہ میں ڈالے گئے ہو اور تحقیق رب تمہارا خدائے رحمٰن ہے۔ پس تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔ یعنی گوسالہ معبود نہیں ہے بلکہ تمہارا معبود خدائے رحمٰن ہے اور میں اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ پس تم بھی میری اقتدا اور پیروی میں اسی کی عبادت کرو اور گوسالہ کی عبادت ترک کردینا اور خدا کی عبادت کرنے کا جو حکم دیتا ہوں تم میرے اس حکم کو بجالاؤ۔ ان اوپر کی دو آیتوں میں آنحضرت کی نسبت لوگوں کو حکم دیا کہ تم آپ کی اتباع بھی کرو اور اطاعت بھی کرو۔ یعنی وہ کام بھی کرو جو آنحضرت نے کئے۔ اور وہ کام بھی بجالاؤ جن کا آپ نے حکم دیا۔ اور معلوم ہے کہ سرورِ کائنات کی بعض احادیث فعلی ہیں۔ اور بعض قولی۔ پس جملہ احادیث فعلیہ اور قولیہ پر عمل کرنے کا حکم خداوند کی طرف سے ہے۔ جو خدا کی محبت کا نشان ہے اور محبوبیت کے درجے کو پہنچاتا ہے۔ اور گناہ بخشواتا ہے اور ان سے انکار کرنے کی صورت میں کفر لازم آتا ہے۔ یا خوف کفر کا ہے۔ جو خدا کو پسند نہیں۔ پس جو لوگ قرآن کی تفسیر احادیث صحیحہ کو نظر انداز کرکے کرتے ہیں اور احادیث پر عمل نہیں کرتے۔ وہ دین میں اپنی پوزیشن یعنی مقام سمجھ لیں

۱۲ منہ (اللھم ارزقنا اتباع نبیك و اطاعة نبیك محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ

تحقیق اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدمؑ کو اور نوحؑ کو اور آل ابراہیمؑ کو اور آل

عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ۳۳

عمرانؑ کو اوپر جہانوں کے ۳۳

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ تحقیق اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدمؑ کو کہ ان کو ابو البشر بنایا۔ اور نوری فرشتوں سے ان کی تعظیم وتکریم کے لئے[2] سجدہ کرا لیا۔ اور ابلیس کو انہی کی وجہ سے ملعون ابدی قرار دیا کہ اس نے اس سے انکار اور تکبر کیا تھا[1] اور ان کو اپنی جنت میں بسایا اور پھر دنیا میں انکو زمین بھیج کر اپنا خلیفہ[2] اور ان کو مسجود ملائکہ بنایا۔ (اور ان کی اولاد میں سے چن لیا) نُوْحًا نوحؑ کو کہ خلقت میں شرک اور بت پرستی پھیل جانے پر ان کو پہلا رسول بنایا۔ ورنہ ان سے پہلے حضرت ادریسؑ کے عہد تک تمام لوگ خدا کی وحدانیت اور اس کے دین پر قائم رہتے ہوئے ایک ہی جماعت تھی۔ پس آپ اس اعتبار سے پہلے رسول ہیں۔ جیسا کہ حدیث شفاعت میں وارد ہے (جو مشکوٰۃ میں بحوالہ بخاری ومسلم منشا پر منقول ہے) اور ان کی شان میں فرمایا اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝ بے شک تھا وہ نہایت شکر گزار بندہ (اور چن لیا) اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ آل ابراہیمؑ کو اور آل عمرانؑ کو عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ اوپر جہانوں کے

سلے انسان کی اولاد کو دیگر انواع مخلوقات پر فضیلت بخشی۔ جیسا کہ فرمایا وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (سورت بنی اسرائیل پارہ ۱۵ ع۷) اور البتہ تحقیق عزت دی ہم نے بنی آدم کو اور سواری دی ہم نے ان کو بیچ خشکی کے اور دریا کے اور روزی دی ہم نے ان کو ستھری چیزوں سے اور بزرگی دی ہم نے ان کو اوپر بہت سے ان لوگوں میں سے جن کو پیدا کیا ہم نے ایک خاص بزرگی۔ توضیح اس کی یوں ہے کہ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ میں لفظ بنی کو اٰدَمَ کی طرف مضاف کیا اور بقاعدہ علم نحو معلوم ہے کہ مضاف کی عزت مضاف الیہ کی وجہ سے ہوتی ہے جیسا کہ کلمہ رسول اللہ میں رسول مضاف ہے اور اللہ مضاف الیہ ہے۔ تو رسول کی عزت اللہ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح لفظ آل رسول میں آل کی اضافت رسول کی طرف ہے۔ کہ آل کی عزت رسول کی وجہ سے ہے۔ حاصل مطلب یہ ہوا۔ کہ خدا کے نزدیک حضرت آدمؑ صاحب عزت ہیں۔ تو ان کی اولاد بھی ان کی وجہ سے صاحب عزت ہے اور یہی مقتضی ہے آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ کا جس کی تفسیر اس وقت ہو رہی ہے

۲ منہ سلے یہ سجدہ تعظیم وتکریم کے لئے تھا نہ عبادت کے لئے۔ سجدہ تعظیم جو بمنزلہ سلام کے تھا۔ اگلی امتوں (باقی بر صفحہ)

(بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۹۹)

میں جائز تھا۔ حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں کا سجدہ کرنا بھی اسی قبیل سے تھا۔ لیکن حضور سرورِ کائنات صلعم نے اپنی اُمت میں اسے منسوخ فرما دیا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام نے کسرائے ایران اور قیصرِ روم کی رسوم کے مطابق آپ کو سجدہ کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔

پس جس امر کی اجازت حضور صلعم نے اپنی ذات کے لئے نہ دی تو اب کسی پیر یا بزرگ یا ولی اللہ یا بادشاہ کے لئے بھی ہرگز جائز نہیں ہے۔ یہی وہ امر تھا جس کے سبب حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ قریباً تین سال تک گوالیار کے قلعے میں نظر بند رہے۔ کیونکہ آپ نے جہانگیر بادشاہ کو درباری سجدہ نہ کیا تھا۔ جو اس وقت مروج تھا۔ کیونکہ جہانگیر بادشاہ اکبر کی راجپوتنی بیوی کے پیٹ سے تھا۔ پس وہ ہندوؤں کے دستور کے مطابق دربار میں سلام کی بجائے سجدہ کرواتا تھا۔ ورنہ عبادت کا سجدہ غیر اللہ کے لئے سب شریعتوں میں حرام رہا ہے ۱۲ منہ

سہ ۴ جیسا کہ حدیث شفاعت میں ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے مشکوٰۃ شریف میں منقول ہے صفحہ ۴۸ ۱۲ منہ

۵ جیسا کہ پارہ اول رکوع ۴ میں فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اس کے بعد حضرت آدمؑ کی پیدائش۔ اور خلافت کا ذکر ہے ۱۲ منہ

۶ یعنی ان کو ابوالبشر بنا کر نبی بھی بنایا۔ پس آپ نبوت کے لحاظ سے بھی سب نبیوں سے پہلے نبی ہو کر سب نبیوں کے باپ ہیں۔ جیسا کہ حدیث معراج میں ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلعم کی جب آپ سے ملاقات ہوئی۔ تو حضرت آدمؑ نے حضور کو ان لفظوں میں مرحبا کہا مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۹ بحوالہ بخاری و مسلم)۔ اور پھر نبوت کو ان کی اولاد میں تا اختتام نبوت جاری رکھا اور آیت زیر تفسیر اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ میں نبوت کو آدمؑ سے شروع کر کے حضور سرورِ کائنات صلعم تک اس کا سلسلہ جاری رکھنا مقصودِ اصلی ہے یہ ذکر بصورت خارج میں واقع اور ظاہر ہو سکنے کے ہے۔ ورنہ خدا کے نزدیک حضور سرورِ کائنات اس وقت بھی نبی اور خاتم النبیین تھے جب آدمؑ کے جسم میں روح بھی۔ پھونکی گئی تھی۔ جیسا کہ حدیث مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳ میں ہے جو عرباض بن ساریہ کی روایت سے بحوالہ مسند امام احمد منقول ہے۔

پس اس لحاظ سے حضرت سرورِ کائنات نبوت میں سب سے پہلے بھی ہیں اور آخری بھی ہیں ہم سیالکوٹیوں کے فخر مولانا عبدالحکیم مرحوم سیالکوٹی نے شرح مواقف کے حاشیہ میں کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ میں جو لفظ کُنْتُ ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا اس سے یہ مراد ہے کہ یہ واقعہ مستقبل میں یقینی طور پر ظاہر ہوگا۔ (شرح مواقف مطبوعہ استنبول جلد ۳ صفحہ ۱۷۹)

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۰۱)

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝٣٤ إِذْ

پیدائش تھے ایک دوسرے سے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے جب

قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا

کہا عمران کی بیوی نے اے میرے رب تحقیق میں نے نذر کیا واسطے تیرے جو کچھ

فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝٣٥

میرے پیٹ میں ہے خالص کرکے پس قبول کر تو مجھ سے تحقیق تو سننے والا جاننے والا ہے

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ یہ لوگ پیدائش تھے ایک دوسرے سے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ جب کہا عمران کی بیوی نے رَبِّ اے میرے پروردگار جس نے مجھے اپنی مہربانی سے دینی اور دنیوی ہر دو لحاظ سے بہتر صورت میں پرورش کیا إِنِّي تحقیق میں نے صدق دل سے نَذَرْتُ لَكَ نذر کیا واسطے تیرے مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا جو کچھ میرے پیٹ میں ہے خالص کرکے یعنے اس نذر میں میری نیت میں اور کسی کا حصہ نہیں۔ خالص تیری رضا اور تیرے دین کی خدمت کے لئے نذر کرتی ہوں فَتَقَبَّلْ مِنِّي پس تو اپنی مہربانی سے قبول کرلے مجھ سے إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ تحقیق تو نیتوں اور ضرورتوں اور کیفیتوں کا جاننے والا ہے

(بقیہ حاشیہ ص۱۰۰) سے آل ابراہیم اور آل عمران کی اضافت کا بھی وہی حال ہے جو حاشیہ ۱ میں گذرا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کی نسبت پارہ الٓمٓ میں فرمایا وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ اس آیت میں ابراہیم کے اصطفٰی کا ذکر صریحاً مذکور ہے ۱۲ منہ ۵ عمران موسیٰ کے باپ کا نام بھی تھا جو یہاں مراد نہیں۔ اور مریم کے باپ اور حضرت عیسیٰ کے نانا کا نام بھی عمران تھا جو یہاں مقصود ہے چنانچہ اس کے بعد کی اگلی آیات میں کئی رکوع تک حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا ذکر مسلسل مذکور ہے ۱۲ (حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) ۱ لفظ ذُرِّيَّةً لغت میں ابناء یعنی بیٹوں اور آباء یعنے باپوں ہر دو کے لئے آتا ہے جیسے کہ آیت ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ پارہ ۱۵ رکوع میں ہے یعنی اے اولاد ان لوگوں کی جن کو ہم نے سوار کیا تھا (کشتی میں) ساتھ نوح کے کہ اس جگہ ذُرِّيَّةَ سے مراد بیٹے ہیں اور آیت آيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ سورت یٰسٓ پارہ ۲۳ رکوع ۳ اگر اس جگہ الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ سے حضرت نوح کی کشتی مراد ہو تو ذریت سے مراد باپ ہوں گے جو حضرت نوح کے ساتھ سوار کئے گئے تھے۔ کہ جن کی اولاد ہم سب لوگ ہیں اس لحاظ سے آیت زیر تفسیر ذُرِّيَّةً (باقی بر ص۱۰۲)

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ
پس جب جنا اس کو کہا اے میرے پروردگار میں نے جنا اس کو لڑکی اور اللہ

أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۖ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ
خوب جانتا ہے جو کچھ اس نے جنا اور نہیں ہے وہ لڑکا مثل اس لڑکی کے

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا پس جب جنا اس نے اس کو (تو حسرت سے) قَالَتْ کہنے لگی رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ اے میرے پروردگار میں نے جنا اس کو لڑکی وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ اس نے جنا۔ کیونکہ پیٹ میں لڑکی یا لڑکا بنانا اسی کا کام ہے وَلَيْسَ الذَّكَرُ اور نہیں ہے۔ وہ لڑکا جس کی اس کو امید تھی اور خیال تھا۔ کہ لڑکا ہوگا۔ کیونکہ دین کی خدمت کے لئے لڑکا زیادہ موزوں ہوتا ہے كَالْأُنْثَىٰ مثل اس لڑکی کے جو خدا تعالٰے نے اس کو دی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۱) بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ سے کی توضیح یوں ہے کہ آدم علیہ السلام ابوالبشر اور نوحؑ ان کی اولاد میں سے اور ابراہیمؑ اور آل حضرت ابراہیمؑ نوحؑ کی اولاد سے اور عمرانؑ اور آل عمرانؑ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے تھے۔ پھر یہ کہ آدمؑ سب کے باپ اور نوحؑ۔ ابراہیمؑ اور آل ابراہیم کے باپ اور ابراہیم عمران اور آل عمران کے باپ ہیں۔ پس لفظ ذریت بیٹوں اور باپوں ہر دو کو شامل ہوا ۱۲ منہ اس کے متعلق مفسرین کا قول ہے کہ یہ اُذْكُرْ مقدر کے متعلق ہے یعنی اللہ تعالٰے نے رسول کریم کو فرمایا ہے کہ آپ ان لوگوں کے لئے ذکر کیجیئے کہ جب عمران کی بیوی نے ایسا ایسا کہا ۱۲ منہ بیوی کی دعا کا ذکر کیا۔ نہ عمران کی دعا کا۔ اس کی وجہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ عمران کی بیوی حاملہ تھیں کہ عمرانؑ فوت ہو گئے اس لئے بیوی نے بکمال خلوص یہ دعا کی ۱۲ منہ نذر یہ ہے کہ کوئی نیک کام جو خدا نے انسان کے ذمے فرض نہیں کیا۔ لیکن مومن اسے کسی حاجت کے لئے اپنے ذمے ضروری قرار دیوے اگر وہ حاجت پوری ہو جاوے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ ہاں یہ ضروری شرط ہے کہ وہ نذر کسی گناہ کے کام پر نہ ہو جیسا کہ حدیث پاک میں فرمایا لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ ۱۲ منہ

فَتَقَبَّلْ۔ تَقَبَّلْ باب تفعل سے ہے اس کا خاصہ تکلف ہے۔ یہاں اس سے یہ مراد ہے کہ دعا کرنے والا تواضع کے خیال سے کہتا ہے کہ خداوندا میرا یہ کام اگرچہ حقیر ہے اور تیری شان کے لائق نہیں لیکن تو اپنے خصوصی فضل سے قبول کر لے۔ دعاؤں میں یہ لفظ اسی طرح ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ پارہ الٓمّ ع ۱۵ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیلؑ کی خانہ کعبہ بنانے کی دعا میں ہے فَتَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ نیز سورۃ ابراہیم پارہ ۱۳ ع ۱۸ میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں ہے کہ آپ نے کہا رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۱۲ منہ (حاشیہ صفحہ ہذا بر صفحہ ۱۰۳ ملاحظہ فرماویں)

وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا

اور تحقیق میں نے نام رکھا اس کا مریمؑ اور تحقیق میں پناہ دیتا ہوں اس کو ساتھ تیرے اور اس کی اولاد کو

مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝۳۶

شیطان مردود سے ۳۶

وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ اور تحقیق میں نے نام رکھا اس کا مریمؑ[۱] تاکہ اس کے نام اور وصف میں مطابقت ہو۔ وَاِنِّيْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور تحقیق میں پناہ دیتی ہوں اس کو ساتھ تیرے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرمؐ نے جو کوئی پیدا ہوتا ہے۔ شیطان پیدائش کے وقت اس کو مس کرتا ہے۔ پس وہ چیختا ہے مگر ابن مریمؑ اور اس کی ماں کو شیطان پر چھونے کی ایذا نہیں دے سکا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ نے کہا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو اِنِّيْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۰۲) [۱] وَاللّٰهُ اَعْلَمُ سے كَالْاُنْثٰى تک کس کا مقولہ ہے حضرت عمرانؑ کی بیوی کا یا خود خدا تعالیٰ کا۔ مفسرین کے اس میں دو قول ہیں۔ ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا مقولہ ہے جیسا کہ ہمارے ترجمے اور تفسیر کی عبارت سے ظاہر ہے ۱۲ منہ [۲] ہم نے یہ ترجمہ اور طریق تفسیر مفسرین کے ایک گروہ کی پیروی میں اس لئے اختیار کیا ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ لڑکا مثل لڑکی کے نہیں ہے اور یہ نہیں کہا گیا کہ لڑکی مثل لڑکے کے نہیں ہے تو لامحالہ یہ طریق اختیار کرنا پڑے گا کہ اَلذَّكَرُ میں الف لام عہد ذہنی کا مانا جائے۔ یعنی وہ لڑکا جو حضرت عمرانؑ کی بیوی کے ذہن یا امید میں تھا اور اسی طرح اَلْاُنْثٰى میں الف لام عہد حضوری کا ماننا پڑے گا۔ یعنی وہ لڑکی جو پیدا ہوئی اور سامنے موجود ہے۔ اسی لئے سَمَّيْتُهَا میں ضمیر مؤنث بغیر ذکر مرجع کے ہے۔ کہ وہ لڑکی سامنے موجود تھی چونکہ حضرت عمرانؑ کی بیوی کو اس لڑکی کی شان معلوم نہیں تھی اس لئے اس نے عام خیال کے مطابق کہ لڑکا اپنی خدمت کے لئے زیادہ موزوں ہوتا ہے ازرہ حسرت کہا اِنِّيْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰى اس پر خدا تعالیٰ نے جواب دیا کہ وہ لڑکا جو تیرے ذہن میں ہے اس لڑکی کی مثل نہ ہوتا جو تجھ کو عطا کی گئی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کی شان اور عزت بہت بلند ہے جیسا کہ اگلی آیتوں میں مذکور ہے ۱۲ منہ

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) [۱] عبرانی زبان میں مریم کے معنی ہیں العابد یعنی عبادت گذار چونکہ وہ خانہ خدا یعنی بیت المقدس میں خدا تعالیٰ کی طاعت اور عبادت کے لئے وقف کی گئی تھیں۔ اس لئے قدرتی طور پر ان کا نام بھی مریم رکھا گیا تاکہ ان کے نام اور وصف ہر دو میں مطابقت ہو۔ گویا خدا ہی نے حضرت عمرانؑ کی بیوی کے دل میں ڈالا کہ اس کا نام مریم رکھا جائے ۱۲ منہ (باقی بر صفحہ ۱۰۴)